وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے

جلد 9	شمارہ 02	ربیع الثانی 1436ھ	فروری 2015ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

حافظ مختار احمد گوندل
تزئین وگرافکس: جواد عمر

پروفیسر خلیل الرحمٰن
قانونی مشاورت:

محمد فیاض عادل فاروقی
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ المطفّفین	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		4
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	جدید اسلامی سکولوں میں ہم بچوں کو کیا پڑھا رہے ہیں(2)	سیّد خالد جامعی	12
5	ہم افغان جنگ ہار چکے ہیں!	سیّد عاصم محمود	22
6	تحقیقی مقالہ کیسے لکھیں(2)	پروفیسر خورشید احمد سعیدی	33
7	صہیونی امریکی شیطانی گٹھ جوڑ اور مظلوم فلسطینی مسلمان و اُمت مسلمہ	محمد منظور انور	45
8	مغرب کے دوہرے معیار	لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم	52
9	شہید بچوں کے خون کی پکار	محمد فہیم	56

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ المطففین (83)، آیات 14-36

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كَلَّا بَلۡ سکتة رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ○

دیکھو یہ جو (اعمالِ بد) کرتے ہیں ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے

كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ○

بے شک یہ لوگ اس روز اپنے پروردگار (کے دیدار) سے اوٹ میں ہوں گے

ثُمَّ اِنَّهُمۡ لَصَالُوا الۡجَحِيۡمِ ○ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ○

پھر دوزخ میں جا داخل ہوں گے پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الۡاَبۡرَارِ لَفِىۡ عِلِّيِّيۡنَ ○ وَمَاۤ اَدۡرٰكَ مَا عِلِّيُّوۡنَ ○

(یہ بھی) سن رکھو کہ نیکوکاروں کے اعمال علّیّین میں ہیں اور تم کو کیا معلوم کہ علیین کیا چیز ہے

كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ○ يَّشۡهَدُهُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ○

ایک دفتر ہے لکھا ہوا جس کے پاس مقرب (فرشتے) حاضر رہتے ہیں

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِىۡ نَعِيۡمٍ ○ عَلَى الۡاَرَآئِكِ يَنۡظُرُوۡنَ ○

بے شک نیک لوگ چین میں ہوں گے تختوں پر بیٹھے ہوئے نظارے کریں گے

تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ نَضۡرَۃَ النَّعِیۡمِ O

تم ان کے چہروں ہی سے راحت کی تازگی معلوم کرلو گے

یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ O

ان کو شراب خالص سربمہر پلائی جائے گی

خِتٰمُہٗ مِسۡکٌ وَ فِیۡ ذٰلِکَ فَلۡیَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ O

جس کی مہر مشک کی ہوگی تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہیے کہ اسی سے رغبت کریں

وَمِزَاجُہٗ مِنۡ تَسۡنِیۡمٍ O عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِہَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ O

اور اس میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہوگی،

وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (اللہ کے) مقرب پئیں گے

اِنَّ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا کَانُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یَضۡحَکُوۡنَ O

جو گنہگار (یعنی کفار) ہیں وہ (دنیا میں) اہل ایمان سے ہنسی کیا کرتے تھے

وَ اِذَا مَرُّوۡا بِہِمۡ یَتَغَامَزُوۡنَ O وَاِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰۤی اَہۡلِہِمُ انۡقَلَبُوۡا فَکِہِیۡنَ O

اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے

اور جب اپنے گھر کو لوٹتے تو اتراتے ہوئے لوٹتے

وَاِذَا رَاَوۡہُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّ ہٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوۡنَ O

اور جب ان (اہل ایمان) کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ تو گمراہ ہیں

وَ مَاۤ اُرۡسِلُوۡا عَلَیۡہِمۡ حٰفِظِیۡنَ O

اور وہ (اہل ایمان) ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے

فَالۡیَوۡمَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡکُفَّارِ یَضۡحَکُوۡنَO عَلَی الۡاَرَآئِکِ یَنۡظُرُوۡنَ O

تو آج اہل ایمان کافروں سے ہنسی کریں گے (اور) تختوں پر (بیٹھے ہوئے ان کا حال) دیکھ رہے ہوں گے

ہَلۡ ثُوِّبَ الۡکُفَّارُ مَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ O

کیا کافروں کو ان کے عملوں کا (پورا پورا) بدلہ مل گیا؟

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمِ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

أَحَبُّ الجِهَادِ إِلَى اللّٰه كَلِمَةُ حَقٍّ تُقَالُ لِإِمَامٍ جائِرٍ

(مسند احمد، عن ابی اُمامہ رضی اللہ عنہ)

اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ جہاد وہ حق بات ہے جو جابر حکمران کے سامنے کہی جائے

أَحَبُّ الكَلَامِ إِلَى اللّٰه تَعَالٰى أَرْبَعٌ: سُبْحَانَ اللّٰه و الْحَمْدُ لِلّٰه و لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰه وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَ لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ

(مسلم، عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ)

اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ کلام چار ہیں: سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الٰہ اِلا اللہ اور اللہ اکبر۔ تم ان میں سے پہلے کسی کو بھی پڑھ لو، کوئی نقصان نہیں ہے

الجَامعُ الصَّغِير فی احادیث البشیر والنذیر، للامام جلال الدین السیوطی رحمه اللّٰه

سیّدنا حضرت محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی بار بار اشاعت کی مذمت

(ہم مسلمانوں میں 'وَھن' کی بیماری ہی 'توہینِ رسالت' کا سبب ہے)

OIC کا ہنگامی اجلاس بلاکر 60 مسلم ممالک کے سربراہان
کا اس کارروائی پر 'اظہارِ مذمت' کا اہتمام کیا جائے

انجینئر مختار فاروقی

1 یہ فرانس اور اہل فرانس کی بدقسمتی ہے کہ ان کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مقدس ہستی حضرت محمد ﷺ کی پیش گوئی فرما گئے (الصّف 61:06) اور جس کا واضح تذکرہ مسیحی لٹریچر میں بھی ہوگا اور اشارے تو موجودہ انجیلوں میں بھی ہیں۔ یوحنا کی انجیل کے شروع میں بھی وہ واقعہ درج ہے جس میں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنے والے بڑے نبی حضرت محمد ﷺ کی تعریف فرمائی ہے اور ان کے مقام اور مرتبے کا ذکر فرمایا ہے کہ میں آنے والے بڑے نبی کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے قابل بھی نہیں ہوں۔☆ —— اس مقدس ہستی کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اس منحوس سرزمین سے ہوئی اور پھر یہ بدقسمتی ہی شمار کی جاسکتی ہے کہ اہل یورپ اور مسیحی دنیا کے لاکھوں افراد نے اس عمل کے حق میں اظہارِ یکجہتی کے طور پر جلوس نکالا جس میں چالیس مسیحی ممالک کے سربراہان بھی شریک ہوئے۔ مزید بدقسمتی یہ کہ یہ خاکے دوبارہ شائع ہوئے اور لاکھوں کی تعداد میں ہاتھوں بک گئے۔

ان واقعات کی جتنی مذمت کی جائے اتنی ہی کم ہے۔ اہل مغرب واہل فرانس کے یہ

☆ اس عنوان پر تفصیلی مضمون قریبی اشاعت میں آئے گا، ان شاءاللہ (ادارہ)

دوہرے معیارات ہیں جس کے سبب وہ سیّدنا محمدﷺ جو سلسلۂ انبیاء کرام علیہم السلام کی آخری کڑی ہیں اور تورات وزبور وانجیل کے مطابق صرف ایک مقدس ہستی ہی نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین کے لیے آپ ﷺ پر ایمان لانا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ضروری ہے اس لیے کہ نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آخری پیغمبر ہونے کا دعویٰ فرمایا اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔

☆ ان روح فرسا واقعات کے روپذیر ہونے میں دراصل ہم مسلمانوں کی بےعملی اور دین سے بے رغبتی و بے اعتنائی کا بھی دخل ہے۔ حضرت محمدﷺ نے اپنے ایک فرمان میں، جو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یوں فرمایا:

((يُوشَكُ الْاُمَمُ اَنْ تُدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تُدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلٰى قَصْعَتِهَا)) فَقَالَ قَائِلٌ: وَ مِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: ((بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَ لٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَ لَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَ لَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ)) فَقَالَ قَائِلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰه وَ مَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: ((حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ)) (رواہ ابوداؤد)

قریب ہے کہ دنیا کی اقوام کو تمہارے خلاف دعوت دی جائے گی جیسے کھانے والوں کو کھانے (کے پیالے) کی طرف دعوت دی جاتی ہے (جیسے آج کل ولیمہ کی دعوت پر چڑھائی کر دیتے ہیں)۔ کسی نے پوچھا: کیا اس وقت ہماری قلّت کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ فرمایا: نہیں بلکہ تم اس وقت کثرت میں ہوگے لیکن تم سیلاب کے اوپر چھائے ہوئے کوڑے کباڑ کی طرح ہوگے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت و رُعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں 'وہن' ڈال دے گا۔ کسی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہن کیا ہے؟ آپ ﷺ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری۔

مسند احمد کی ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں:

حُبُّكُمُ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَتُكُمُ الْقِتَالَ

یعنی وہن یہ ہے کہ تمہارا دنیا سے محبت کرنا اور اللہ کی راہ میں قتال کو ناپسند کرنا۔

یہ وَہن کی بیماری ہے جو گزشتہ کئی صدیوں سے مسلمانوں کے جسدِ ملّی میں سرایت کیے ہوئے ہے اور کثرتِ تعداد کے باوجود مسلمان ’کوڑے کرکٹ‘ کا ڈھیر ہیں اور عالمِ اسلام ایک ’زندہ لاش‘ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ مسلمان عوام تو پھر ان واقعات پر کبھی ملین مارچ اور کبھی دیگر مہذب انداز سے بھی اپنے جذبات کا اظہار کر لیتے ہیں مگر مسلمان ممالک کے سربراہان غافل اور معنوی لحاظ سے ’کومے‘ میں ہیں کہ انہیں اُمتِ مسلمہ اور اپنے پیغمبر ﷺ کے بارے میں ان قابلِ مذمت واقعات کا احساس نہیں ہے۔

قارئین کرام ـــــ اسی ’وَہن‘ سے توہین کا لفظ بنا ہے، یعنی جب مسلمان اخلاقی اور دینی وابستگی کے لحاظ سے کمزور ہو گئے تو غیروں نے نہ صرف ہمارا مذاق اُڑانا اپنا شعار بنا لیا بلکہ ـــــ بار بار وقفے وقفے سے ایک تسلسل کے ساتھ ہمارے پیغمبر سیّدنا حضرت محمد ﷺ کی قولاً، فعلاً اور تحریراً ’توہین‘ کرنا شروع کر دی۔

اگر ہم دین سے وابستہ ہوتے اور ہمیں یہ خون کے آنسو رُلا دینے والے دن نہ دیکھنے پڑتے۔ حقیقت یہی ہے کہ جب تک مسلمان ـــــ ’مسلمان‘ تھے تو اپنے علاقے تو اپنے علاقے تھے وہاں تو عدلِ اجتماعی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا جو اَخلاقی معیار تھا وہ تاریخ کا حصہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے علاقوں میں بھی کبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا کوئی کام کیا اور نہ کسی شرپسند اور دہشت گرد کو اس کی اجازت دی اور نہ ایسا کوئی موقع فراہم کیا۔

اس کے برعکس مسلمان اپنے علاقوں کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کا فریضہ نبھاتے رہے اور مسلمانوں کا جہاد اور جنگ بھی کسی علاقے کے وسائل پر قبضہ اور لوٹ کھسوٹ (برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی اور فرانس اٹلی کی طرح مسلم علاقوں پر ظالمانہ قبضہ، استحصال اور منظّم تشدد) کی بجائے ایسی برائیوں کا سدّباب تھا جو نسلِ انسانی کے لیے مسلم اور غیر مسلم کے فرق سے ماوراء سمِ قاتل ہیں۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ:

اٹھارھویں صدی (1700ء کے بعد) کے وسط میں سلطنتِ عثمانیہ کے مسلم اقتدار کا دائرہ وسطی یورپ تک پھیلا ہوا تھا اور قریب کے ممالک کمزور سہی مگر مسلمان صرف علاقہ فتح کرنے

کے لیے حملہ نہ کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔

اسی دور میں سلطنت عثمانیہ سے باہر فرانس کے عیسائی علاقے میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف) کچھ لوگوں نے ایک 'نائٹ کلب' کھول لیا، اس کی اطلاع سرحد پار مسلمانوں کو ہوئی اور بات خلیفہ وقت تک پہنچی، مشورہ کے بعد خلیفۃ المسلمین نے فرانس کی حکومت کو ایک خط لکھا کہ ہم تک اطلاع پہنچی ہے کہ آپ کے ہاں ایک بے حیائی کا اڈہ کھولا گیا ہے چونکہ اس شیطانی اور ابلیسی کام کے اثرات ہمارے ہاں بھی آسکتے ہیں (یاد رہے کہ اس زمانے میں حکومتی سرحدیں، پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور ویزا سسٹم کا وجود نہیں تھا اس کا آغاز 1933ء میں ہوا ہے۔ ادارہ) لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس 'نائٹ کلب' کو بند کرادیں ـــــــ بصورت دیگر سلطنت عثمانیہ فرانس پر حملہ کر کے خود اس شیطانی اڈے کو بند کرادے گی۔ چنانچہ وہ نائٹ کلب بند ہو گیا اور مسلمانوں نے فرانس پر حملہ بھی نہیں کیا۔

آج بھی اگر مسلمان عوام اور حکمران بیدار ہوں اور دین و مذہب و ملت سے مخلص ہوں تو یہ توہین آمیز خاکے دوبارہ کیا پہلی بار بھی شائع نہیں ہو سکتے۔

(یہ واقعہ قرآن آڈیٹوریم گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقدہ ایک کانفرنس میں ترکی کے ایک سکالر نے بیان کیا۔ میں نے خود سنا اور اس کانفرنس کے مقالہ جات میں ماہنامہ میثاق لاہور کی فائلوں میں موجود ہوگا)

حکومت وقت سے ایک درخواست

اس ضمن میں عالمی سطح پر جو احتجاج ہو رہا ہے وہ اپنی جگہ وقت کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں بھی قومی اسمبلی کے ارکان نے نہ صرف متفقہ مذمتی قرارداد منظور کی بلکہ پارلیمنٹ سے باہر احتجاج بھی کیا۔

اس ضمن میں حکومت وقت سے ہماری یہ

درخواست

ہے کہ

☆ ہمارے وزیر اعظم جناب میاں محمد نواز شریف صاحب

اپنی پارٹی کے زیر اہتمام ایک ریلی کا اہتمام کریں جس میں APC کی طرح تمام سیاسی و غیر سیاسی علاقائی پارٹیوں کو شمولیت کی دعوت دیں، تمام MNA's اور MPA's سینٹ کے ارکان اور معززین قوم اور سربراہان مسلح افواج بھی شرکت فرمائیں اور اپنے آقا سیّدنا حضرت محمد ﷺ کے اہل فرانس کی طرف سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی پرزور مذمت کریں

اور

اپنے پیغمبر اور آقا حضرت محمد ﷺ کی ناموس و عزت کی آئندہ توہین سے تحفظ کا اہتمام کریں۔

اگر وزیر اعظم صاحب، پاکستان کے عوام اور افواج پاکستان اللہ کی حمایت و نصرت کے خواہاں ہیں تو یہ کام ان شاء اللہ پاکستان کے حالات کی نظریاتی ہم آہنگی اور ملّی یکجہتی کا سبب بنے گا۔

اے اللہ تو ایسا ممکن بنادے۔ آمین۔

2

سانحہ پشاور ــــــــ دہشت گردی اور دہشت گرد

گزشتہ ماہ 16 دسمبر 2014ء کو سانحہ پشاور کا روح فرسا واقعہ پیش آیا۔ دہشت گردی کے اس واقعہ کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ مگر تمام دانشور، اہل رائے اور ذمہ داران جانتے ہیں کہ ہر واقعے کا ایک سبب ہوتا ہے اور بعض عوامل ہوتے ہیں جس کے سبب یہ واقعہ پیش آتا ہے۔ اسی طرح سانحہ پشاور بھی کوئی الگ سے (ISOLATED) واقعہ نہیں ہے۔ گزشتہ دو عشروں کے عالمی واقعات، ملکی حالات، ملکی پالیسیاں، عدل و انصاف کا فقدان لوٹ کھسوٹ کا کلچر، معاشی ناہمواری، مہنگائی اور نظریہ پاکستان یعنی اسلام کے عملی تقاضوں سے بے اعتنائی زمانہ حال کے واقعات کا اصل سبب ہے۔

ہم ان سطور میں سانحہ پشاور کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور اس کے ذمہ داران کو کیفر کردار تک پہنچانے کے فیصلے کی تائید کرتے ہیں۔ ہمارے وطن عزیز میں غیر ملکی مداخلت کا حال تو یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ گزشتہ کئی سالوں سے یورپین اور UNO کے ذمہ داران کے دباؤ میں آکر ملکی قانون کے تحت سزائے موت پانے والے ہزاروں مجرموں کی سزائے موت پر عمل درآمد روکے رکھا۔ نامعلوم اس کے علاوہ کتنے اور اعلیٰ سطحی فیصلے ہیں جو غیر ملکی دباؤ میں ہوتے

ہیں جن کا خمیازہ عوام کو بھگتنا پڑتا ہے۔

ہمارے ملک میں چار دفعہ فوجی حکمران آئے اور طویل عرصہ تک حکمران رہے۔ مگر ــــــ افسوس کہ وہ اپنے رہائشی علاقوں (CANTONMENTS) کی تو خوب حفاظت کرتے رہے (جس کے نتیجے میں ملک کی ELITE اور اشرافیہ بھی اپنے جرائم کے تحفظ کی خاطر فوجی رہائشی علاقوں میں رہائش پذیر ہوگئی) مگر جو اُن کی ذمہ داری تھی کہ پورے ملک کو ایک کنٹونمنٹ کا درجہ دے کر اس میں بسنے والے ہر شہری کو جان و مال کا تحفظ دیتی ــــــ وہ ایک خواب اور خیال ہی رہا۔

اگر ماضی میں ہمارے ملک میں ملک کی بہتری کے لیے چند سمگلرز، ہیروئین کے چند بڑے کاروباری، چند راشی افسران اور لوٹ کھسوٹ کے مرتکب و ناجائز دولت کے حصول کے مجرم چند سیاستدانوں، بیوروکریٹس اور سقوطِ ڈھاکہ کے ذمہ داروں کو پھانسی کے گھاٹ پہنچا دیا جاتا تو ملک کا نقشہ ہی اور ہوتا۔ مزید برآں اگر چند سو چوروں کے ہاتھ کٹ جاتے، چند بدکاروں کو کوڑے مارے جاتے اور چند کو سنگسار کر دیا جاتا، چند شراب نوشوں کو واقعی سزا ہو جاتی، چند 'میڈیا اینکر پرسن' تہمت کے مجرم ٹھہرتے اور سزا پاتے تو ملک میں اَخلاق اور نیکی کا اتنا فقدان نہ ہوتا اور دشمن ہماری صفوں میں یوں کارروائیاں نہ کر سکتے۔

آج بھی دہشت گردی کے مسئلے کا اصل حل ملک میں انصاف، معاشی عدل، کفالت عامّہ (یعنی روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج) اور نظریۂ پاکستان یعنی اسلام کے قوانین کے مطابق بے لاگ عدالتی نظام اور نظریاتی نظامِ تعلیم (جو مفکرِ پاکستان علامہ محمد اقبالؒ کے افکار پر مبنی ہو) کے بروئے کار لانے میں مضمر ہے۔

اگر سانحہ پشاور میں معصوم جانوں کی قربانی ہمیں یہ سبق یاد دلا دے تو قومی و ملّی سطح پر یہ اس عظیم کام کی کوئی بڑی قیمت نہیں ہے۔ اللہ کرے کہ اس ملک میں بسنے والا ہر درد مند مسلمان چاہے حکمران ہو یا عوام، فوج ہو یا سرکاری ملازم، تاجر ہوں یا کسان، شہری ہوں یا دیہاتی سب اپنے فرض کو پہچانیں اور اپنی ذمہ داری ادا کرنے پر کمر بستہ ہو جائیں تاکہ اس ملک کے عوام (مسلم اور غیر مسلم) سب اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کی برکات سے فیض یاب ہو سکیں، آمین۔

2

جدید اسلامی سکولوں میں بھی

ہم بچوں کو کیا پڑھاتے ہیں؟

ہر کتاب کو اسی زاویے سے دیکھیے

(گزشتہ سے پیوستہ)

سیّد خالد جامعی

شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی

عجیب حکایت ہے کہ ایک انسان ایک شیر کے ساتھ کسی شہر کی سیر کر رہا تھا سیر کرتے کرتے وہ ایک نمائش گاہ میں داخل ہوئے جہاں مصوری کے شاہکار رکھے ہوئے تھے ایک شاہکار میں ایک شیر کو دکھایا گیا تھا جو زمین پر بے سدھ، بے یار و مددگار حیران و پریشان، ہکا بکا، نیم جاں پڑا ہوا تھا شیر کی گردن پر ایک قوی ہیکل شکاری نہایت شان بلکہ تکبر کے ساتھ پیر رکھ کر مسکرا رہا تھا اس کی کمر میں ایک بندوق بھی جھول رہی تھی انسان نے شیر سے پوچھا یہ تصویر کیسی ہے شیر نے کمال بے نیازی سے تصویر کو دیکھا اور جواب دیا ''یہ تصویر انسان نے بنائی ہے'' دوسرے معنوں میں یہ تصویر شیر نے نہیں بنائی ورنہ صورت حال مختلف ہوتی۔ سوچنے کا یہ زاویہ زندگی، حرکت، حرارت اور تازگی کی علامت ہے یہ زاویۂ نظر کسی لمحے بھی انقلاب پیدا کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا بدترین عذاب کسی قوم پر یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم فکرِ صحیح سے محروم ہو جائے۔ فکر صحیح ہو تو راکھ سے بھی نشیمن تعمیر کیا جا سکتا ہے ذرہ صحراء، پتی گل۔ گُل گلزار۔ دریچہ دروازہ اور دیوار بن سکتا ہے۔

جدید سیکولر تعلیمی ادارے ہم نے نہیں بنائے دنیا کی تئیس تہذیبوں میں اس طرح کے تعلیمی اداروں کا کوئی وجود نہیں ملتا دنیا کی تاریخ میں کبھی کوئی نظامِ تعلیم مادہ پرستی شکم اور شہوت پرستی کی بنیاد پر تعمیر نہیں کیا گیا ہر تعلیمی نظام کسی اعلیٰ ترین تصورِ خیر [Meta Narrative] کی فوقیت اور فروغ کا فریضہ انجام دیتا تھا تعلیم کا مقصد روٹی کمانا نہیں تھا علم حقیقت مطلقہ [Absolute

[Reality] اللہ رب العزت کی معرفت تک پہنچنے کا ذریعہ تھا۔ مگر عصر حاضر میں تعلیم کا اصل مقصد آزادی مساوات اور ترقی کا حصول ہے لہٰذا علم وہ ہے جس سے مال و دولت کثرت سے حاصل ہوتے ہوں لہٰذا ہر شخص حصولِ دولت کے لیے علم حاصل کرتا ہے یہ محض دعویٰ نہیں ہے اس کی دلیل بھی موجود ہے۔ اگر آج دنیا کی تمام حکومتیں اعلان کر دیں کہ کسی سرکاری غیر سرکاری یورنیورسٹی سے سند لینے والے کو کسی ادارے میں ملازمت نہیں ملے گی تو تمام اسکول یونیورسٹیاں ویران ہو جائیں گی یہ تعلیم علم کے لیے نہیں روٹی کمانے کے لیے ہے اس کا تعلق العلم سے نہیں صرف عقلی علوم، سائنس سوشل سائنس، آرٹ کرافٹ اور فنون سے ہے جسے دنیا کی تیئس تہذیبوں میں علم نہیں سمجھا جاتا تھا اور تجربی، سائنسی، حسی، عقلی علوم کو علوم کی تلچھٹ کہا جاتا تھا اسی لیے سقراط اور افلاطون ارسطو کے ہاتھوں سوفسطائیوں کو شکست ہوئی تھی جو پیسے لے کر فنون بیچتے تھے اور اسے علم کہتے تھے علم خرید و فروخت کی شے نہیں ہے۔

بہت سے لوگ یہ سوال اٹھا سکتے ہیں کہ اگر بچہ اسکول کالج یونیورسٹی سے علم حاصل کر کے پیسہ نہ کمائے تو کیا کرے؟ علم سے شعور، اعتماد، عزت، دولت، شہرت ملتی ہے تو اس کے حصول میں کیا حرج ہے یہ دلیل بہ ظاہر مضبوط ہے لیکن کمزور ہے کیونکہ اب دنیا میں پیسہ کمانے کے لیے علم نہیں کرتب بازی کی ضرورت ہے مثلاً فٹبال، کرکٹ، اسکواش کھیلنے والے جاہل کھلاڑی ارب پتی بن جاتے ہیں فلم اور ٹی وی میں کام کرنے والے جاہل اینکر پرسن، پانسے پھینکنے والے سٹے باز [Risk Managers]، جاہل صحافی، مسخرے بھانڈ، اداکار، کسبیاں کھربوں روپے کماتے ہیں۔ جاہل سٹے باز، حجام، درزی جن کو اب فیشن ڈیزائنر کہتے ہیں آرٹسٹ، فوٹو گرافر، مصور، ماڈل، رقاص اعلیٰ تعلیم کے بغیر اتنا دھن کماتے ہیں کہ انسان اس کا تصور نہیں کر سکتا عزت اسی کو ملتی ہے جو مال و دولت میں سب سے آگے ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ علم سے دولت ملتی ہے جدیدیت اور مغربیت سے ہماری ناواقفیت کا عمل ہے۔ کنیڈا میں ٹرک ڈرائیور ڈاکٹر سے زیادہ پیسے کماتا ہے برطانیہ میں تندور پر روٹی لگانے والے کی تنخواہ ڈاکٹر سے زیادہ ہے۔

ٹنڈو جام یونیورسٹی کے ایک سابق وائس چانسلر نے جنگ کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا تھا کہ ان کا بیٹا حجام بننا چاہتا ہے صحافی کو حیرت ہوئی تو جواب ملا جن دنوں میں امریکہ میں مقیم تھا

ہمارے محلے میں ایک حجام تھا جس سے ہم بال کٹواتے تھے اس کی آمدنی مجھ سے کئی گنا زیادہ تھی تو بیٹے نے کہا کہ ابو آپ سے بہتر تو یہ حجام ہے جو اتنا کما لیتا ہے۔ جب تہذیب کا نقطۂ کمال مال کی فراوانی اور تعیش کی ارزانی ہو تو یہ تصور خیر ایک نئے انسان کی تعمیر کرتا ہے جسے ہم جدید انسان [Modren Man] کہتے ہیں جدید تعلیمی اداروں سے ایسے ہی لوگ نکلتے ہیں۔

جاہل سیاست دان بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو جاتے ہیں اور راتوں رات کروڑ پتی، ارب پتی پھر چند سالوں میں کھرب پتی ہو جاتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسا صرف پاکستان اور تیسری دنیا کے مما لک میں ہوتا ہے لیکن دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت امریکہ اور بھارت میں بھی یہی ہوتا ہے۔ ریگن ہالی ووڈ کا ایک اداکار امریکہ کا صدر بن سکتا ہے اور واجپائی، مودی جیسے جاہل بھارت کے وزیر اعظم بن جاتے ہیں جمہوریت میں ایسا ہی ہوتا ہے پوری دنیا میں یہی ہو رہا ہے اس کی تفصیل جاننے کے لیے نیوز ویک کے سابق مدیر اور صدر بش کی کچن کیبنٹ کے رکن فرید زکریا کی کتاب The Future of Freedom پڑھیے دنیا بھر کی جمہوریتوں کے جاہل سیاستدانوں کی تاریخ آپ کو مل جائے گی۔ فرید زکریا نے لکھا ہے کہ امریکہ میں 85 فیصد فیصلے کانگریس اور سینٹ میں عوام کے نمائندے نہیں کرتے بلکہ لابیاں، پریشر گروپ اور مختلف گروہ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے الیکشن جیتنے اور ہارنے کے لیے کھربوں روپے کی امداد دینے والے اپنے مفادات کیوں حاصل نہ کریں۔ تعلیم، سیاست، علم سب کا ایک ہی مقصد ہے سرمایہ میں اضافہ جس سے آزادی میں اضافہ ہوتا ہے یہی عہد حاضر کا مذہب ہے اسے سرمایہ دارانہ نظام بھی کہتے ہیں۔

جدید اسکول ہمیں وہ سانچے مہیا کرتے ہیں جس کے ذریعے ہم استعمار کی غلامی قبول کرتے اور اس کے پیدا کردہ مقاصد زندگی کو الحق سمجھتے ہیں یہ تعلیمی ادارے مغرب کے مقابلے پر ہماری سیاسی عسکری شکست کو تہذیبی شکست میں بدلتے ہیں اور نوکری اور ترقی کو زندگی کا اصل مقصد بنا کر انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کو مسلسل و مکمل رہنمائی اور بھاری بھرکم نصاب کے ذریعے کچل کر رکھ دیتے ہیں سوچنے جانچنے پرکھنے کے تمام فطری پیمانوں کو توڑ کر صرف ایک طریقے سے سوچنا سکھاتے ہیں۔ مارکوزے کے الفاظ میں یک رخا آدمی (One dimensional man) پیدا

کرتے ہیں جو صرف مغرب سے ہی وفادار رہ سکتا ہے۔ دوسرے معنوں میں ان اسکولوں سے نکلنے والی نسل کے لیے دین کے سوا زندگی کے تمام شعبوں میں عقل کا استعمال ممنوع وحرام ہو جاتا ہے عقل صرف دین پر تنقید اور دین کی جدید تعبیر کے لیے استعمال ہوتی ہے نظامِ تعلیم وتربیت اتنا مہلک ہے کہ جہاں عقل استعمال کرنی چاہیے وہاں دین کو لے آتے ہیں جہاں دین، روایت، نقل، وحی پر اعتماد کرنا چاہیے وہاں عقل لے آتے ہیں۔ لہٰذا جدید تعلیمی نظام سے جو خلق جدید برآمد ہوتی ہے وہ مذہب اور اسلام پر ہونے والے کسی اعتراض کا جواب دینے کے قابل نہیں ہوتی اور ہر اعتراض کو حقیقت سمجھ کر قبول کرتی اور اپنی تاریخ اور تہذیب سے دستبردار ہو جاتی ہے۔

جدید دور میں سب سے زیادہ آمدنی [Incom] سٹے باز [Risk manager] کی ہوتی ہے اس کے پاس صرف قیاس، گمان، ظن، تخمین کا علم ہوتا ہے اس کے پاس ایک خاص حس، جذبہ، حوصلہ اور ولولہ ہوتا ہے جس کا علم اور سند کسی تعلیمی ادارے سے نہیں ملتی۔ دنیا کا سب سے بڑا سٹہ باز جارج سوروس [J. Soros] بس اندازے پر کھیلتا ہے وہ کھرب پتی ہے اس نے ملیشیا کی معیشت کو اسٹاک مارکیٹ کے ذریعہ تباہ کر کے ایشین ٹائیگر کو ایک رات میں پیپر ٹائیگر بنا دیا تھا اس عالمی سٹے باز کی بے پناہ آمدنی اور علم سے متعلق تفصیلات کے لیے نائیل فرگوسن کی کتاب The Ascent of money پڑھ لیجیے۔

جدیدیت [Modrenism]، لادینیت [Secularism] اور سرمایہ داری و جمہوریت [Capitalism & Democracy] کی پیدا کردہ جدید دنیا میں شہرت، عزت اور دولت کا معیار علم نہیں ہے بلکہ سائنسی علم بھی نہیں بلکہ علم کا معیار یہ ہے کہ کون اپنے کام، فن سے سب سے زیادہ سرمایہ پیدا کر سکتا ہے کیونکہ آزادی صرف سرمایہ سے حاصل ہوتی ہے اسی لیے مغرب میں کام [Work] کی تعریف یہ ہے کہ جس سے سرمایہ حاصل ہو۔ کام کا نہ ہونا پاگل پن ہے یعنی جو شخص کام نہیں کرتا سرمایہ نہیں کماتا وہ اپنی آزادی کا انکار کرتا ہے۔ آزادی مغرب کا بنیادی ایمان وعقیدہ ہے لہٰذا آزادی اور سرمایہ کا منکر پاگل ہے فوکالٹ لکھتا ہے The absence of work is madness۔ اسی لیے گھر میں تیرہ بچوں کو پالنے والی عورت کے کام کو مغرب کام تسلیم نہیں کرتا کہ اس سے سرمایہ نہیں پیدا ہوتا یہ عورت باہر جائے کمائے

تو اسے working woman کہتے ہیں رنڈی اپنی ملکیت جسم کو بیچ کر سرمایہ کما کر اپنی آزادی میں اضافہ کرتی ہے لہٰذا اسے طوائف نہیں sex worker کہتے ہیں محنت کے ذریعے آزادی اور سرمایہ جیسے عظیم کام انجام دینے والی عورت۔ جدید سیاسی فلسفے کا سب سے بڑا مفکر جان رالز جس کی کتاب Theory of Justice جدید ریاستوں میں عدل کے موضوع پر انجیل سمجھی جاتی ہے وہ لکھتا ہے کہ ہر انسان کو چار بنیادی خیر [Four Primary Goods] حاصل ہونے چاہئیں آمدنی، دولت، قوت اور اقتدار [Incom/ Wealth/ Power/ Authority] ان چار بنیادی خیر کے بعد ہی کوئی شخص اپنی آنکھوں میں عزت و تکریم [Self Respect] کے قابل ہوسکتا ہے دوسرے معنوں میں کوئی شخص اپنی نگاہ میں بھی ان چار بنیادی اسباب کے بغیر عزت کے قابل نہیں، جس شخص کو اپنی نگاہوں میں ان چار عقائد کے بغیر عزت حاصل نہیں اسے دوسرے کی نگاہوں میں عزت کیسے مل سکتی ہے؟ جدید نظامِ تعلیم ہمیں یہی عزت دلانے کا فریضہ انجام دیتا ہے کہ عزت کے پیمانے تبدیل ہو چکے ہیں دوسرے معنوں میں ہمارے عقیدے، ایمانیات اور مابعد الطبیعیات بھی بدل چکے ہیں لہٰذا جس کے پاس مال و دولت اور اسباب کی فراوانی نہیں ہے وہ عزت کے قابل ہی نہیں ہے۔ افسوس کہ دنیا کی تاریخ کے بڑے بڑے لوگ اس پیمانے پر پورا نہیں اترتے۔

دنیا بھر میں عموماً اور عالم اسلام میں خصوصاً سائنس کو برتر علم جانا جاتا ہے لیکن سائنس دان [Scientists] کی مغرب میں اتنی عزت نہیں کی جاتی جتنی عزت سٹے باز Risk Managers رنڈیوں، مراثیوں، بھانڈوں [Showbuisness Stars] اور کھلاڑیوں [Sports men] کی ہوتی ہے۔ عزت کا پیمانہ مغرب اور دنیائے جدید [Modren Age] میں صرف مادی ہے اور وہ ہے پیسہ۔ جو زیادہ کماتا ہے وہ زیادہ عزت پاتا ہے سب سے زیادہ پیسہ سٹے باز کماتے ہیں اس کے بعد رنڈیاں اور کھلاڑی وغیرہ اس کے بعد سائنس دانوں کا نمبر آتا ہے کیونکہ سٹے باز اور رنڈیاں سرمایہ کی پیداوار میں سائنس دانوں سے زیادہ بہتر ہیں مثلاً عالمی اولمپکس کے ایک ہفتے کے کھیل سے جتنا سرمایہ پیدا ہوتا ہے امریکہ کی تمام یونیورسٹیاں سال بھر میں اتنا سرمایہ پیدا نہیں کرسکتیں۔ صرف امریکہ میں عریانی فحاشی کی صنعت ایک سال میں جتنا

سرمایہ پیدا کرتی ہے دنیا کی کئی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیاں (جن میں مائیکروسافٹ جیسی کمپنی بھی شامل ہے)اجتماعی طور پر بھی اتنا سرمایہ پیدانہیں کرتیں۔ کرس ہیجز کی کتاب دیکھ لیجیے۔

World wide porn revenues topped 97 billion Dollar in 2006. That is more than the revenues of Microsoft, Google. Amazon, e Bay, Yahoo, Apple, Net flix & Earth link combined. [Chris Hedges., Empire of illusion:The end of literacy & the triumph of spectalce, Nation Books USA 2009,p. 58]

لہٰذا زیادہ اُجرت [Salaries/wages] اسے ملے گی جو زیادہ سرمایہ پیدا کرے گا۔ برکلے یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی تنخواہ یونیورسٹی کے فٹبال کوچ سے کم ہے فٹبال کوچ سالانہ تین ملین ڈالر کماتا ہے اور وائس چانسلر تین لاکھ ڈالر بھی نہیں کماتا۔ ایک فٹبال میچ سے جتنا سرمایہ پیدا ہوتا ہے برکلے اتنا سرمایہ کئی سالوں میں نہیں پیدا کرسکتی۔ کرس ہیجز اپنی کتاب The impire of illusion میں لکھتا ہے

The football coach is Berkeley's highest paid employee. He makes about 3 million dollar. [p. 94]

کرس ہیجز اسی کتاب کے باب Illusion of Love میں لکھتا ہے کہ امریکہ میں ایک اعلیٰ ترین رنڈی تین ہزار ڈالر فی گھنٹہ کماتی ہے۔ آج کل اسے آرٹسٹ، فلم اسٹار، فلمی ستارہ sex worker کہا جاتا ہے لیکن اس پیشے کے عیوب ظاہر کرنے کے لیے سب سے بہترین لفظ یہی ہے۔

The porn stars make anywhere from 1500 dollar to 3000 dollar an hour as prostitute. [p. 68, ibid]

اگر یہ رنڈی روزانہ بارہ گھنٹے کام کرے تو اس کی روزانہ کی آمدنی 36 ہزار ڈالر ہے جو ایک امریکی استاد کی سالانہ آمدنی ہے یہ رنڈی ماہانہ دس لاکھ اسّی ہزار ڈالر کماتی ہے جبکہ امریکی سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ایک سال میں صرف دولاکھ سترہ ہزار چار سو ڈالر کماتا ہے۔ رنڈی کا لفظ اب متروک ہوگیا ہے کیونکہ معاشرے میں گناہ اور گناہ گار کو پسند کیا جارہا ہے۔ اسے برداشت [tolerance] کہتے ہیں یہ آزادی کے عقیدے کا نتیجہ ہے ہر پھول کو کھلنے دو۔ آپ نیک کام

کریں دوسرے کو برے کام کرنے دیں دونوں کا حق ہے۔ عہد حاضر حق [Right] کے منہاج کا عہد ہے آپ جو چاہے کریں کہ حق [Good] کچھ نہیں ہوتا یہ ہر شخص کا محض دعویٰ ہوتا ہے ہر شخص کو حق [Right] ہے کہ جسے خیر [Good] سمجھے اپنی ذاتی زندگی میں اسے خود اختیار کرے دوسرے کو اختیار کرنے پر مجبور نہ کرے اپنی مرضی، آزادی، اختیار مطلق سے آپ جس خیر کو اختیار کرنا چاہیں کرسکتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں خیر کی بحث بے معنی ہے خیر کچھ نہیں ہوتا اصل چیز پیسہ ہے بس پیسے کماؤ جدید نظامِ تعلیم اور تعلیمی اداروں کا یہی مقصد ہے۔

حسین نصر نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ مغرب میں اسپورٹس ہیرو کی ایک سال کی آمدنی ایک بہت بڑے سائنس دان اور عظیم مفکر کی پوری زندگی کی آمدنی سے زیادہ ہوتی ہے۔

There are now sports heroes who make more of a salary in one year than the greatest westren scientists or scholars will do in his or her life time. [S. H. Nasr: *A Young Muslim's guide to the modern world*, Suhail Academy Lahore, 1988, p.232]

مشہور فلسفی مائیکل سانڈل لکھتا ہے کہ امریکہ میں اسکول کا ایک عام استاد ایک سال میں 43 ہزار ڈالر کماتا ہے لیکن ڈیوڈ لیٹرمین جو رات گئے فحش گوئی کے پروگرام کی میزبانی کرتا ہے اس کی سالانہ آمدنی اکتیس ملین ڈالر ہے۔ امریکہ کا سب سے عاقل اہم ترین آدمی سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ایک سال میں صرف دو لاکھ سترہ ہزار چار سو ڈالر کماتا ہے اور ایک ٹیلی ویژن شو کی جج جوڈی ایک سال میں 25 ملین ڈالر کما لیتی ہے

☆The average schoolteacher in the United States makes about $43,000 per year. David Letterman, the late-night talk show host, earns $31 million a year.

☆John Roberts, chief justice of the U.S. Supreme Court, is paid $217,400 a year. Judge Judy, who has a reality television show, makes $25 million a year. [*Justice, What's The Right Thing To Do?*,

Michael J. Sandel ,p.162]

اس صورت حال میں بچے اسکول جانا پسند کریں گے یا وہ کام کرنا پسند کریں گے جس کے حصول کے لیے صبح سے رات تک پڑھنے لکھنے اور سر کھپانے کی ضرورت نہیں۔ جس سے ان کی آمدنی بے پناہ ہو جائے۔

اسلامی اسکولوں میں جب آپ بچے کو اسلام آخرت اور بہترین آمدنی بہترین معیار زندگی بہترین دنیا یعنی دو مختلف تصوراتِ خیر کی طرف بلاتے ہیں تو بچہ کون سا تصور خیر اختیار کرے گا؟ اگر آج کی نسل معیارِ زندگی بلند کرنے کے لیے غیر اَخلاقی پیشوں کو بے تابانہ اختیار کرنا چاہتی ہے تو اس کا سبب ہمارے غلط نظریات ہیں ہر تہذیب میں تصور خیر (Concept of Good) صرف ایک ہوتا ہے۔ اسلامی تہذیب کا تصور خیر التوحید ہے مغرب کا تصور خیر آزادی ہے جس کی دو شکلیں ہیں ایک تجریدی [Abstract] یعنی ووٹ [Vote] دوسری ٹھوس [Concrete] وہ ہے سرمایہ [Capital]- سرمایے کے بغیر آزادی کا حصول ممکن نہیں اور جدید نظامِ تعلیم اور اس کے قائم کردہ ادارے سرمایہ داری کے لیے شاہ دولہ کے چوہے [Corporate slaves] پیدا کرتے ہیں یہ غلام سرمایہ، عیاشی، آزادی کے سوا کچھ اور سوچنے کچھ اور کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ جس طرح دریا کا پانی بہہ کر سمندر کی طرف جاتا ہے جس طرح کچھوے کا بچہ اس زمین پر آنکھ کھولتے ہی سمندر کا رخ کرتا ہے اسی طرح جدید نسل تعلیم کے بحر سے باہر نکلتے ہی دنیا پرستی اور عیش پرستی کی طرف دوڑتی ہے۔

تصور خیر کی بحث بنیادی بحث ہے۔ خیر [Good] اس پیمانے کو کہتے ہیں جس پر ہر شے کو پرکھا جا سکے لہٰذا پیمانہ ہمیشہ ایک ہوتا ہے پیمانہ کبھی دو نہیں ہو سکتے جب ہم دین اور دنیا کو برابر سمجھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ A=B دوسرے معنوں میں B=A۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ دین کو دنیا کے پیمانے پر پرکھا جائے گا یا دنیا کو دین کے پیمانے پر پرکھا جائے گا؟ اگر دونوں برابر ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کو دنیا کے پیمانے پر پرکھنا بالکل درست ہے لہٰذا عصر حاضر میں دین وہی ہے جو دنیا کے پیمانے پر پورا اترے۔ سر سیّد اور شبلی کے الفاظ میں سچا دین وہ ہے جو جدید تہذیب و تمدن اور زمانے کی ترقی کا ساتھ دے سکے۔ تفصیلات کے لیے حالی کی حیاتِ جاوید،

ضیاء الدین لاہوری کی افکارِ سرسیّد، شبلی نعمانی کی علم کلام اور الکلام اور سیّد سلیمان ندوی کی حیاتِ شبلی کا مطالعہ کیجیے۔ دوسرے معنوں میں ہم دین کے مطابق ڈھلنا نہیں چاہتے بلکہ دین کو اپنے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں۔ ہم قرآن و سنت کے مقلد نہیں شریعت ہماری مقلد ہے شریعت حاکم نہیں ہمارا نفس حکم ہے۔

چونکہ دین اس امتحان میں ناکام ہے وہ دنیا پرستی، مادّہ پرستی [Materialism] اور مادہ پرستی [Women Worship] اور عیش پرستی کی دلیلیں مہیا کرنے سے قاصر ہے لہٰذا دین کی تشکیل جدید، تعبیرنو، تعمیرنو، بلکہ تخریبِ نو [Re construction of Religious thought] کا کام زور و شور سے جاری ہے۔ ہماری نئی نسل اگر دنیا پرست بن گئی ہے بہترین مستقبل کے لیے ترکِ وطن کر کے دارالحرب میں قیام اگر اس کی اولین ترجیح ہے اگر عالم اسلام سے ذہانت کا انخلا [Brain Drain] ہو رہا ہے ہر شخص دولت کے زیادہ سے زیادہ حصول کو اگر اپنا مقصدِ زندگی بنا چکا ہے تو اس کا سبب ہمارا یہ نیا عقیدہ ہے کہ دین و دنیا برابر ہیں کیونکہ دنیا پہلے ہے آخرت بعد میں۔ لہٰذا دنیا پہلے دین بعد میں۔ بعض جدیدیت پسند کہتے ہیں کہ قرآن میں بھی یہی آتا ہے ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة ۔ڈاکٹر حسین نصر کے بیٹے ولی رضا نصر کی کتاب Islamic Capitalism اب نئے نام Meccanomics سے منظر عام پر آئی ہے جو اسلامی دنیا میں سرمایہ دارانہ اسلام یا اسلامی سیکولرازم کے جدید مظاہر، آثار سے آگاہ کرتی ہے جو مغرب کو مطلوب ہے ہمارے تعلیمی ادارے ایسی ہی نسل تیار کر رہے ہیں جو رسوم و رواج عادات واطوار اور بعض مظاہر کی سطح پر مذہبی ہو لیکن ذہنی، قلبی، عقلی طور پر مادہ پرستی کی غلام ہو۔

جب آپ مغربی تصور خیر زیادہ آمدنی بہترین معیار زندگی بلکہ معیار زندگی میں مستقل اور مسلسل اضافے کو بھی اسلامی تصور خیر کے طور پر قبول کریں گے کہ اس میں کیا حرج ہے تو آپ کی بیٹی شریف عورت، بیوی، ماں نہیں سپر اسٹار بننا پسند کرے گی آپ کے بچے عالم دین نہیں بنیں گے کیوں کہ یہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے۔ نہ وہ کسی ایسے پیشے اور فن کو اختیار کریں گے جس میں کم پیسے ملتے ہوں۔ کیونکہ زندگی کا مقصد آزادی [Freedom]، سرمایہ کا ارتکاز [Accumalation of Capital]، معیار زندگی کے خدا کی پرستش

[Worship of standard of Living]،HDI میں اضافہ اورعیش وعشرت ولذت پرستی [Hendonism] ہے۔علم وہ ہے جس سے ترقی اور اچھی نوکری ملے۔ اتنا پڑھ لکھ کر اگر اتنے کم پیسے ملتے ہیں تو ایسے علم کا کیا فائدہ؟ جب زندگی کا مقصد معیارِ زندگی میں اضافہ ہے تو اس مقصد کی خاطر دین، اَخلاق، تہذیب، تمدن، اَقدار روایات سب کچھ قربان کی جاسکتی ہیں۔ ہر عقیدہ اور ایمان خواہ صحیح ہو یا غلط اس کی ایک قیمت ہوتی ہے دنیا پرستی کی ایک قیمت ہے جو نئی نسل ادا کرنا چاہتی ہے دین و دنیا کو یکساں سطح پر رکھنے کی بھی ایک قیمت ہے۔ بالکل اسی طرح توحید پرستی کی بھی ایک قیمت ہے جو سب کو معلوم ہے مگر ہم اسے ادا کرنا نہیں چاہتے لٰہذا مذہبی تاویلوں میں اُلجھے رہتے ہیں۔ دو مختلف بلکہ متضاد تصوراتِ خیر کو یکساں سمجھنے کی اس بنیادی غلطی کے باعث ہمارے اسلامی اسکولوں میں دی گئی اسلامی تعلیمات، تجوید کے اَسباق، ان بچوں کی درست سمتِ سفر متعین نہیں کرسکیں گے۔ (جاری ہے)

قرآن اور آپ کا گھر

کیا آپ کے گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے؟

بالغ افراد میں سے کتنے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں؟

بچوں میں سے کتنے قرآن پڑھتے ہیں؟

کیا بچوں کو قرآنی قصص وواقعات سنائے جاتے ہیں؟

کیا گھر میں قرآن کی آیات اور اَحکام پر باتیں ہوتی ہیں؟

بڑوں اور بچوں کو قرآن میں سے کیا کچھ یاد ہے؟

بڑوں یا بچوں میں سے قرآن کا مفہوم سمجھنے یا ترجمہ جاننے والا بھی کوئی ہے؟

کیا گھر میں قرآن کو سمجھنے کے لیے کچھ کتابیں موجود ہیں؟

(مثلاً ترجمے، تفسیریں، قرآنی مضامین ومقالات)

کیا قرآنی آیات یا ان کے تراجم کے کتبے دیواروں پر آویزاں ہیں؟

کیا گھر کے مرد یا خواتین کسی حلقۂ درسِ قرآن میں حصہ لیتی ہیں؟

محض آپ کے غور وخوض کے لیے

امریکی جرنیل کا چشم کشا اعتراف

’’ہم افغان جنگ ہار چکے!‘‘

عراقی وافغان فوجیوں کو تربیت دینے والی ملٹی نیشنل فورس کے سابق کمانڈر کی زبانی ان اسباب کا بیان جو عراق وافغانستان میں امریکا کی عبرت ناک شکست کا سبب بن گئے۔

سیّد عاصم محمود

(بشکریہ سنڈے ایکسپریس 30 نومبر 2014ء)

ابراہام لنکن امریکا کے لیجنڈری (LEGENDRY) حکمران گزرے ہیں۔ ان کا قول ہے ’’سیکھنے کے عمل میں غلطیاں پانی پر پڑے پتھروں کی طرح ہیں، ان پر چل کر آپ منزل تک پہنچ سکتے ہیں‘‘۔ لنکن صاحب نے سولہ آنے سچی بات کہی۔ انسان سے غلطیاں وکوتاہیاں سرزد ہونا (امر) فطری ہے۔ مسئلہ اس وقت جنم لیتا ہے جب انسان غلطیوں سے کوئی سبق نہ سیکھے اور انہیں دُہراتا رہے۔

حال ہی میں ایک سرکردہ امریکی ریٹائرڈ جنرل، ڈینئل بولگر نے اپنی چشم کشا کتاب ’’ہم کیوں ہارے؟‘‘

WHY WE LOST

A GENERAL INSIDE ACCOUNT

OF THE IRAQ AND AFGHANISTAN WARS

میں ان غلطیوں کی نشان دہی فرمائی جو عراق وافغانستان میں امریکی سیاسی وعسکری قیادت کے باعث ظہور پذیر ہوئیں۔ امریکا میں دونوں جنگوں کے اسبابِ شکست پر بحث کرنا تقریباً ممنوع ہے گویا اس کتاب کو ’’پہلا پتھر‘‘ کہا جا سکتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے امریکی سیاست دان اور جرنیل ان غلطیوں سے سبق سیکھتے ہیں یا انہیں بدستور دہراتے رہیں گے۔ ایک سیانا کہتا ہے:

''ماضی نے آپ کو جو دکھ دیے، انہیں بھول جائیے، لیکن ان دکھوں سے جو سبق ملے، انہیں کبھی نہ بھولیے۔''

''میں امریکا کا جرنیل ہوں اور میں دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ ہار چکا۔''

یہ ہے وہ چونکا دینے والا جملہ جس کے ذریعے جنرل (ر) بولگر کی کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ موصوف معمولی امریکی جرنیل نہیں، وہ عراق اور افغانستان میں ان فورسز کے سربراہ رہے جو عراقی و افغان افواج کو عسکری تربیت دیتی رہیں۔ مزید براں تاریخ کا (پی ایچ ڈی) پروفیسر ہونے کے ناطے بھی انہیں امریکی عسکری حلقوں میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جنرل (ر) بولگر نے افغان و عراق جنگوں میں شکست کے باعث اپنی سیاسی و عسکری قیادت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس کی شدت کا اندازہ یوں لگائیے کہ جنرل صاحب کا کہنا ہے: ''مجھے یقین ہے، اس دسمبر مجھے باوردی دوستوں سے بہت کم کرسمس کارڈ موصول ہوں گے۔''

امریکا کی ''دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ'' کا آغاز 7 اکتوبر 2001ء کو افغانستان پر حملے سے ہوا۔ اس کے بعد یہ جنگ عراق، پاکستان، یمن، صومالیہ اور شام تک پھیل گئی۔ فی الحال اس کا کوئی انت نظر نہیں آتا کہ امریکا عراق میں پھر داعش (آئی ایس) کے خلاف سرگرم عمل ہو چکا۔ گو امریکی افواج و حکومت تسلیم نہیں کرتیں، مگر یہ حقیقت ہے، افغانستان اور عراق میں انہیں ہار کا سامنا کرنا پڑا۔

وجہ یہی کہ امریکا دونوں ممالک میں اپنے اہداف حاصل کرنے میں ناکام رہا بلکہ الٹا انہیں مزید تباہی و بربادی کی سمت دھکیل دیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اپنی ناکامیوں اور غلطیوں سے امریکی سیاست دان اور جرنیل کوئی سبق سیکھتے ہیں یا نہیں؟ دو ہزار سال قبل رومی فلسفی و مدبر، مارکس سسیرو نے کہا تھا ''غلطیاں تو ہر انسان کرتا ہے، لیکن صرف احمق ہی انہیں دہراتا رہتا ہے۔''

جنرل (ر) بلوگر نے اپنی انکشاف انگیز کتاب میں امریکی شکست کے کئی اسباب بیان کیے۔ ان میں نمایاں یہ ہیں: اوّل، ویت نام جنگ کے بعد امریکی افواج کا ڈھانچہ سریع الحرکت فوج کی طرز پر بنایا گیا تھا جو جلد از جلد فوجی آپریشن ختم کر سکے۔ لیکن افغانستان اور عراق، دونوں جگہ امریکی فوجیوں کو طویل عرصہ جنگجوؤں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ دوم، افغانستان اور عراق میں فوری

کامیابیوں نے امریکی جرنیلوں وحکومت میں حد سے زیادہ خوداعتمادی پیدا کردی۔امریکی جرنیل سمجھنے لگے کہ وہ تمام مشکلات پر قابو پاسکتے ہیں۔مگر ان کی توقعات پوری نہیں ہوسکیں۔سوم، افغانستان اور عراق میں مزید فوجی بھجوانے کی حکمت عملی ناکام رہی۔وجہ یہی کہ صدر اوباما نے آتے ہی اعلان کردیا کہ فلاں تاریخ تک امریکی افواج دونوں ممالک سے نکل جائیں گی۔چنانچہ جنگجو پسپا ہوکر امریکی فوج کے جانے کا انتظار کرنے لگے۔چہارم، جب ایک فوج کسی ملک پر حملہ آور ہو، تو پہلے وہاں کی تہذیب، ثقافت، معاشرت، روایات وغیرہ کے متعلق معلومات حاصل کرتی ہے۔ مگر امریکی افواج نے افغانستان وعراق پر دھاوا بولتے ہوئے مقامی معلومات لینا ضروری نہیں سمجھا۔چنانچہ بعدازاں انہیں نقصان اٹھانا پڑا۔

کتاب کی اشاعت کے بعد جنرل (ر) ڈینئل بولگر نے مختلف امریکی اخبارات وٹی وی چینلوں کو انٹرویو دیے،ان انٹرویوز میں سے چیدہ وبینا سوالات وجوابات کا انتخاب درج ذیل ہے

سوال: افغانستان اور عراق میں امریکی افواج کو شکست کیوں ہوئی؟

جواب: بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی افواج سے صحیح طرح کام نہیں لے سکے۔یہ افواج طویل عرصہ چھاپہ مار جنگ لڑنے کے قابل نہیں تھیں۔ماضی میں جب کبھی امریکی فوج کسی ملک پر حملہ آور ہوتی، تو اس موضوع پر عوامی بحث ہوتی۔یوں منصوبے کی خامیاں وخوبیاں سامنے آجاتیں۔ مگر افغانستان وعراق پر لشکرکشی کرتے ہوئے کوئی عوامی مباحثہ نہیں ہوا۔

ابتدأء دونوں ممالک میں امریکی افواج کو کامیابیاں ملیں، لیکن کوتاہیوں پر کسی کی نظر نہیں گئی۔خصوصاً یہ سوال اٹھایا ہی نہیں گیا۔"کیا یہ بات درست ہے کہ ہزارہا نوجوان امریکی لڑکے لڑکیوں کو بیرون ممالک بھجواؤ تاکہ وہاں وہ گھر گھر تلاشی لے کر دیکھ سکیں، کون جنگجو ہے اور کون دیہاتی؟" ہم نے ویت نام میں بھی یہی عمل اپنایا مگر اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔اس کے باوجود افغانستان اور عراق میں اسے دہرایا گیا۔میں سمجھتا ہوں، اس غلطی نے ہمیں شکست خوردہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

سوال: عراق وافغانستان میں مزید فوجی بھجوانے کا کیا نتیجہ نکلا؟

جواب: ان ممالک میں جنگجوؤں کو روکنے کے لئے بش حکومت نے "انسدادِ بغاوت"

(COUNTER-INSURGENCY) کا طریق کار اپنایا۔ امریکی فوج میں جنرل ڈیوڈ پیٹریاس اس طریق کار کا بڑا حامی تھا۔ جنرل پیٹریاس نمود و نمائش کا شوقین تھا اور اپنے آپ کو ''بادشاہ'' کہلوانا پسند کرتا (تھا)۔

2007ء میں جب وہ عراق میں امریکی فوج کا کمانڈر بنا، تو اپنا انسداد بغاوت منصوبہ شروع کرنے کی خاطر اس نے مزید فوجی منگوا لیے۔ زائد فوج کی بنا پر جنگجوؤں کے خلاف امریکا کو کامیابی تو ملی مگر یہ عارضی تھی کیونکہ نفری میں اضافہ مسئلے کا عارضی حل ہے۔ مثلاً بخار میں مبتلا ایک مریض کو آپ اسپرین دیں۔ مریض افاقہ محسوس کرے گا، مگر بخار تو موجود ہے۔ چنانچہ عراق اور پھر افغانستان میں بھی مزید فوجی بھجوانے سے جنگجویانہ کارروائیاں کم تو ہوئیں، رُک نہ سکیں۔ وجہ یہی کہ دونوں ممالک میں صرف خود عراقی اور افغان ہی جنگ جوئی روک سکتے تھے۔

سوال: عراق و افغانستان میں مزید نفری بھجوانے کا نتیجہ یہ بھی نکلا کہ دونوں جانب سینکڑوں لوگ مارے گئے۔ پھر امریکا نے عراق میں بظاہر طاقتور عراقی فوج تیار کی مگر وہ داعش کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئی۔ یہ حیران کن واقعہ کیونکر رونما ہوا؟

جواب: عراقی فوج کی شکست پر حیران مت ہوں۔ آپ کو یاد ہوگا، 1991ء اور 2003ء میں جب بھی ہمارا عراقی فوج سے مقابلہ ہوا وہ بہت جلد تتر بتر ہوگئی۔ اب وہ داعش کا مقابلہ نہ کرسکی۔ وجہ یہ ہے کہ ایک ملک کی مضبوط، تجربہ کار اور پیشہ ور فوج کئی عشروں کی تربیت و محنت سے وجود میں آتی ہے۔ چند برس کی تربیت، رائفل رینج میں چاند ماری اور ادھر ادھر مارچ پاسٹ سے طاقتور فوج جنم نہیں لیتی۔

مثال کے طور پر 1950ء میں جنوبی کورین فوج نا تجربے کار اور بودی تھی، اسی لئے جنگ میں مات کھا گئی۔ وہ نصف صدی بعد اب اس قابل ہوئی کہ ایک مضبوط فوج کا روپ دھار سکے۔ ایک مضبوط و طاقتور فوج لڑاکا طیاروں اور ہزارہا فوجیوں کی موجودگی سے وجود میں نہیں آتی۔ ضروری ہے کہ فوج میں مٹھی بھر تجربے کار، تربیت کار اور محبت وطن افسر موجود ہوں۔ وہ پھر فوجیوں کو تربیت دیتے اور ایک طاقتور فوج وجود میں لاتے ہیں۔ (دلیر پاک فوج کا قیام بھی اسی طور عمل میں آیا)

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں واضح کیا ہے کہ امریکی افواج انسداد بغاوت کی جنگیں نہیں لڑسکتی۔ وہ روایتی جنگیں لڑنے میں تو طاق ہے' مگرانسداد بغاوت کی جنگ بالکل مختلف دنیا ہے۔ اس موضوع پر مزید کچھ روشنی ڈالیے۔

جواب: دراصل جب ایک ملک میں بغاوت یا خانہ جنگی ہوتو اسے اس دیس کے باشندے ہی ختم کر سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ عسکری سے زیادہ سیاسی پہلو رکھتا ہے۔ میں نے آرمی وار کالجوں میں تعلیم پاتے ہوئے یہی سیکھا کہ ایک ملک کی فوج چاہے کتنی ہی بڑی اور تجربہ کار ہو'وہ دوسرے ملک جا کر خانہ جنگی پر قابو نہیں پاسکتی۔

بدقسمتی سے مجھ سمیت تمام امریکی جرنیل یہ بنیادی بات بھول گئے۔ دراصل ہم غرور یا حد سے زیادہ خوداعتمادی میں مبتلا ہو بیٹھے۔ ہم نے سوچا ہمارے پاس جدید ترین اسلحہ ہے، ہم بہترین تربیت یافتہ فوجی رکھتے ہیں۔ انہیں عوام کی بھی حمایت حاصل ہے۔ لہٰذا اب ویت نام کے برعکس افغانستان و عراق جا کر انہیں کامیابیاں ملیں گی۔ ہم فراموش کر بیٹھے کہ روایتی جنگ اور خانہ جنگی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

سوال: آپ نے امریکی قیادت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ایک کمیشن بنائے۔ یہ کمیشن اس بات کا جائزہ لے کہ ہم افغان اور عراقی جنگیں کیوں ہارے؟ ہم نے کچھ عرصہ قبل رچرڈ کلارک سے گفتگو کی تھی جو صدر بش جونیئر کے مشیر برائے سیکورٹی رہے۔ جب 2003ء میں صدر بش نے عراق پر حملے کا حکم دیا، تو رچرڈ کلارک نے استعفیٰ دے ڈالا۔ صدر بش چاہتے تھے کہ رچرڈ کلارک 9/11 کے حملوں کا ذمے دار صدر صدام حسین کو قرار دیں۔ لیکن اس امر کا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ عراقی حکومت نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کرائے۔ چنانچہ رچرڈ نے استعفیٰ دے دیا، اپنے صدر کا غیرقانونی وغیر اخلاقی حکم تسلیم نہیں کیا۔

اب رچرڈ کلارک کا کہنا ہے کہ بین الاقوامی عدالت انصاف میں صدر بش اور ان کے ارکان کابینہ پر جنگی جرائم کے سلسلے میں مقدمہ چلنا چاہئے۔ بین الاقوامی عدالت صدور اور وزرائے اعظم پہ مقدمات چلانے کیلئے قوانین تشکیل دے چکی۔ لہٰذا صدر بش جونیئر پر مقدمہ چل سکتا ہے۔ آپ اس ضمن میں کیا کہتے ہیں؟

جواب:	مجھے علم نہیں کہ کیا سابق امریکی صدر پر ازروئے قانون جنگی جرائم کا مقدمہ چل سکتا ہے تاہم میں رچرڈ کلارک کے اس استدلال سے اتفاق کرتا ہوں کہ افغان و عراقی جنگوں پر عوامی سماعت (CONGRESSIONAL HEARING) منعقد ہونی چاہئے تاکہ ہماری سیاسی و عسکری کوتاہیاں سامنے آسکیں۔ (امریکہ میں عوامی سماعت سے مراد ارکان اسمبلی کی ایسی کارروائی ہے جس میں عام لوگ بھی شریک ہوسکیں۔)

آپ یہ دیکھئے کہ کوریائی جنگ (1950ء تا 1953ء) کے دوران امریکا میں اہم عوامی سماعتیں منعقد ہوئیں۔ ان کا مقصد دورانِ جنگ امریکی سیاسی و عسکری قیادت کی خامیاں تلاش کرنا تھا۔ ان سماعتوں میں امریکی صدر ٹرومین کے علاوہ سبھی اہم جرنیل و سیاسی راہنما شریک ہوئے۔ مثال کے طور پر جنرل ڈگلس میک آرتھر، چیئرمین آف دی جوائنٹ چیفس آف سٹاف، جنرل عمر بریڈلے اور سیکرٹری داخلہ دین ایچسن! ویت نام جنگ کے دوران سینٹر فل برائٹ نے ایسی ہی عوامی سماعتیں منعقد کیں۔ ان میں بھی سبھی اہم جرنیل و سیاست دان آئے اور انہوں نے ویت نام جنگ سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

لیکن عراقی اور افغان جنگوں پر منعقد ہونے والی عوامی سماعتیں کہاں ہیں؟ یہ عوامی عدالتیں لگنی چاہئیں۔ اور ان میں رچرڈ کلارک جیسے سرکاری افسر، سیاسی راہنما اور فوجی افسر اظہار خیال کرنے آئیں۔ ان عوامی سماعتوں کا فائدہ یہ ہے کہ سبھی کے سامنے ایک معاملے کی خامیاں و خوبیاں سامنے آجاتی ہیں۔ پھر غلطیوں سے سبق سیکھ کر اگلی بار بہتر عمل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن امریکا میں پچھلے بارہ سال سے حالیہ جنگوں میں کوئی عوامی سماعت منعقد نہیں ہوئی۔ بس امریکی حکومت سالانہ بجٹ پاس کردیتی ہے اور اس پر کوئی عوامی بحث نہیں ہوتی۔

سوال:	امریکیوں کی اکثریت یہ نہیں جانتی کہ ان کی حکومت ''آپریشن اینڈیورنگ فریڈم'' کے نام سے جاری ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کو کئی ممالک میں پھیلا چکی تاہم ان آپریشنوں کا خاص نشانہ ایشیائی اور عرب مسلمان ممالک ہیں۔ بہ حیثیت جرنیل کیا آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ اسلامی دنیا اور مغرب کے مابین تہذیبوں کا تصادم جاری ہے؟

جواب:	جی ہاں! امریکا و یورپی ممالک نے عالم اسلام میں جو جنگیں چھیڑ رکھی ہیں وہ

تشویش ناک بات ہے۔ کئی ماہرین ان جنگوں کو ''صلیبی جنگیں'' کہتے ہیں۔ یہی دیکھئے کہ امریکا نے افغانستان اور عراق میں جو جنگیں شروع کیں ان کا نشانہ افغان و عراقی باشندے بھی بنے۔ دورانِ جنگ ہماری کوشش رہی کہ شہری ہلاک نہ ہوں مگر دو وجوہ کی بنا پر ہم ناکام رہے۔ اوّل جدید ہتھیار بہت تباہ کن ہیں۔ دوسرے ہم یہ نہ جان سکے کہ شہری لباس میں ملبوس فرد جنگجو ہے یا نہیں؟ اس امر کی تمیز کرنا بہت کٹھن مرحلہ ہے۔

امریکی سیاسی عسکری قیادت کا مسئلہ یہ ہے کہ اب تک وہ عالم اسلام میں اپنے حقیقی دشمن کو ''پن پوائنٹ'' نہیں کر سکی۔ اسی لئے ہمار افواج کئی مقامات پر مختلف گروہوں کے پیچھے بھاگ رہی ہیں۔ مزید براں ہماری انٹیلی جنس کا بیشتر زور دفاع وطن پر ہے۔ یقیناً میں نہیں چاہتا کہ 9/11 جیسا کوئی اور حادثہ جنم لے۔ مگر ہم اپنی کمزور انٹیلی جنس کے باعث بھی دنیا میں اپنے دشمن نہیں پاتے۔

سوال: درج بالا سچائی کہنے کے لئے کیا آپ کا ریٹائرڈ ہونا ضروری تھا؟

جواب: بالکل نہیں، لیکن امریکا میں یہ روایت ہے کہ جرنیل اپنی سیاسی حکومت کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ میں بند دروازوں کے پیچھے منعقد ہونے والے کئی اعلیٰ سطحی اجلاسوں میں شریک ہو چکا۔ اس میں ہم جرنیل سیاست دانوں پہ اچھی خاصی تنقید کرتے ہیں۔ لیکن سیاست دان یا عوامی نمائندے جو فیصلہ کریں وہ ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے اور ہم جرنیلوں کی ذمہ داری ہے کہ اس فیصلے پہ جی جان سے عمل کریں۔ اور کسی کو فیصلہ تسلیم نہیں تو وہ رچرڈ کلارک کے مانند استعفیٰ دے کر گھر چلا جاتا ہے۔

سوال: بہ حیثیت فوجی افسر آپ کو کب محسوس ہوا کہ امریکی سیاسی و عسکری پالیسیاں غلط ہیں اور ان سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا؟

جواب: میں 2005ء کے موسم بہار میں عراق پہنچا۔ رفتہ رفتہ وہاں زمینی حقائق سے واقف ہوا۔ دشمن کی تلاش میں امریکی فوجی گھروں کی تلاشی لیتے۔ مارکیٹوں پہ چھاپے مارتے حتیٰ کہ ہسپتالوں اور اسکولوں کی بھی چھان بین ہوتی۔ یہ سعی لاحاصل تھی۔ بالفرض آپ کو طارق نامی شخص کی تلاش ہے، تو بغداد یا موصل میں سیکڑوں طارق موجود ہیں۔ پھر امریکی فوجی عربی زبان سے بھی

ناواقف تھے اور ترجمان کا سہارا لیتے۔ ان مسائل کے باعث مطلوبہ شخص کو ڈھونڈنا کٹھن کام بن جاتا۔ مجھے تب احساس ہوا کہ دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور کی فوج تو پولیس بن چکی۔ اب اس کا کام یہ ہے کہ گھروں کی تلاشی لے اور تفتیش کرے۔ اسی حقیقت نے مجھے باور کرایا کہ ہماری عسکری پالیسیاں غلط ہیں۔ یہ وہ جنگ تو نہیں جسے لڑنے ہم عراق یا افغانستان پہنچے۔

میں سمجھتا ہوں ہمیں صرف عراقی عوام کی مدد کرنا چاہئے تھی جو اپنے آمر حکمران سے نبرد آزما تھے۔ اسی طرح افغانستان میں بھی افغان راہنماؤں کو صف اوّل پہ رکھا جاتا۔ وہی طالبان سے معاہدے اور مذکرات کرتے۔ ان دونوں ممالک میں مسائل بنیادی طور پر سیاسی تھے مگر ہم نے انہیں اپنی افواج کے سپرد کر دیا۔ نتیجہ دونوں ملکوں میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے جو اَب تک بجھ نہیں سکے۔

سوال: امریکا نے عراق پر اس لئے حملہ کیا کہ وہاں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار تباہ کر دے۔ حالانکہ یہ دعویٰ جھوٹ تھا؟

جواب: اسے مکمل جھوٹ نہیں کہا جا سکتا۔ صدام حسین نے کیمیائی ہتھیار ضرور تیار کرائے۔ پھر وہ بہت بڑا ڈکٹیٹر تھا۔ اس نے پڑوسی ممالک پر حملے کئے۔ کُرد اور شیعہ اقوام کا جینا حرام کئے رکھا۔ لٰہذا وہ ایک بڑی مصیبت تو تھا۔

سوال: لیکن کیمیائی ہتھیار بنانے کی ٹیکنالوجی امریکا نے صدام حسین کو فراہم کی؟

جواب: یہ بات درست ہے۔ جب عراق، ایران جنگ جاری تھی، تو امریکا نے یہ ٹیکنالوجی صدام حسین کو دی تھی تاکہ وہ ایرانیوں کو شکست دے سکے۔

سوال: گویا ایران کے خلاف جنگ میں صدام حسین کو امریکا کی مدد حاصل رہی؟

جواب: جی ہاں، مگر کویت پر حملے نے اسے ہمارا دشمن بنا دیا۔ چنانچہ ہمیں صدام سے خلیجی جنگ (1991ء) میں لڑنا پڑی۔

سوال: مگر واقعہ 9/11 میں تو عراق کا کوئی کردار نہیں تھا۔ لیکن صدر بش جونیئر کی خواہش تھی کہ اس معاملے میں عراق کو بھی قصوروار ٹھہرایا جائے۔

جواب: جی ہاں! صدر بش نے رچرڈ کلارک پر زور دیا کہ عراق کو بھی واقعہ 9/11 میں ملوث کرو

دراصل ہمیں افغانستان کے متعلق کم معلومات حاصل تھیں۔جبکہ ہم عراقی جغرافیہ، تہذیب وتمدن وغیرہ سے زیادہ شناسائی رکھتے تھے۔

سوال: لیکن امریکا نے صرف صدام حسین ہی کو نشانہ نہیں بنایا بلکہ عراق پہنچ کے عراقی حکومت اورفوج میں شامل ارکان بعث پارٹی کا بھی صفایا کر ڈالا۔ چنانچہ پورے ملک کا انتظامی ڈھانچا تاش کے پتوں کی طرح بکھر گیا۔اسی حکمت عملی کے باعث آج عراق میں مضبوط حکومت نہیں رہی اور وہ ناکام ریاست کا روپ دھار چکا۔افغانستان میں بھی امریکا نے یہی انتہائی ناقص حکمت عملی اپنائی۔امریکی افواج نے القاعدہ پر حملہ کیا تھا لیکن وہ طالبان سے مقابلہ کرنے لگیں......

جواب: جنہوں نے امریکا پر حملہ نہیں کیا تھا۔

سوال: جی بالکل، طالبان نے امریکا پہ کوئی حملہ نہیں کیا۔آپ دونوں ممالک میں اس حکمت عملی کے نتائج پر روشنی ڈالیے؟

جواب: دراصل امریکی حکومت نے بعث پارٹی کو جرمنوں کی نازی پارٹی سے تشبیہ دی۔ حالانکہ بعث پارٹی میں شامل سنی وشیعہ عرب تعلیم یافتہ وعاقل لوگ تھے۔وہ پولیس،فوج اورانٹیلی جنس ہی نہیں ہسپتال،اسکول،بجلی گھر، پانی کا نظام......گویا پورا نظام مملکت چلاتے تھے۔امریکی قیادت نے عراق پہنچتے ہی ان لوگوں کو حکومت سے نکال باہر کیا اورانہیں عضو معطل بنا دیا۔عراق میں اسی اقدام سے خانہ جنگی کا بیج بو دیا گیا۔داعش کے کئی جنگجو بعث پارٹی کے سابق رہنماؤں کے قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

عراقی نظام حکومت تباہ وبرباد کرنے کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ معاشرے میں بے ترتیبی پھیل گئی۔ جوانتظامیہ شہریوں کو بجلی، پانی وپیٹرول فراہم کرتی تھی، سڑکوں کو صاف رکھتی اور انہیں دیگر سہولیات دیتی تھی، وہ نابود ہوگئی۔ چنانچہ عراقی تمدن زوال پذیر ہوگیا۔سرجان کیگن برطانیہ کامشہور جنگی مورخ گزرا ہے۔اس نے عراقی جنگ پر اپنی کتاب میں لکھا ہے،''عراق پر قابض ہونے کے بعد امریکیوں کو چاہیے تھا کہ وہ سابق حکومت کے زیادہ سے زیادہ وزراء و مشیروں کو ساتھ ملاتے۔یوں انہیں عراق میں صدام مخالف حکومت بنانے میں آسانی رہتی۔لیکن انہوں نے حکومت کے سارے انتظامی انفراسٹرکچر کا تیاپانچا کر ڈالا چنانچہ عراقی معاشرہ بھی

شکست وریخت کا شکار ہو گیا‘‘

اب بھی عراق کا مسئلہ وہاں کے باشندے مل بیٹھ کر ہی حل کر سکتے ہیں۔ امریکا ہو یا روس، کوئی بھی خصوصاً اسلحے کے بل پہ مسائل حل نہیں کر سکتا۔

اب افغانستان کی طرف آیئے۔ اسامہ بن لادن وہاں کا رہائشی تھا۔ اس کی تنظیم نے امریکا پر حملہ کیا۔ لیکن اس حملے میں طالبان براہ راست ملوث نہیں تھے۔ گو امریکا کے ساتھ ان کی کچھ چپقلش چل رہی تھیں۔ مزید براں انتہا پسندی کے باعث بھی دنیا والے انہیں پسند نہیں کرتے تھے۔

سوال: واقعہ 9/11 میں ملوث 10 ہائی جیکروں میں سے 15 کا تعلق سعودی عرب سے تھا؟

جواب: جی ہاں کیونکہ القاعدہ عالمی تنظیم بن چکی تھی۔ خود اسامہ کا تعلق یمن سے تھا، گو اس کے والد سعودیہ میں کاروبار کرتے تھے۔ تو امریکی قیادت نے افغانستان میں بھی طالبان کا قائم کردہ انتظامی ڈھانچا تباہ کر دیا اور اسے میدانِ جنگ بنا دیا۔

سوال: جنرل بولگر، کیا یہ ممکن تھا کہ افغان و عراقی جنگیں جنم نہ لیتیں؟

جواب: ایک جنگ چھیڑنے سے قبل اس کی مخالفت ضرور ہوتی ہے۔ 1991ء کی خلیجی جنگ میں جنرل کولن پاول اس کے مخالف رہے۔ وہ ویت نام جنگ میں حصہ لے چکے تھے۔ لہٰذا اپنے تجربے کے بل بوتے پر انہوں نے واویلا مچایا کہ امریکی فوج بیرون ملک نہ بھیجی جائے تاہم ان کی آواز صدا بہ صحراء ثابت ہوئی۔ پھر 2002ء تک جنرل پاول کی آواز مزید کمزور پڑ گئی۔

سوال: امریکی جرنیل میڈیا کے سامنے بہت کم آتے ہیں۔ اسی لئے صحافی جرنیلوں سے مختلف موضوعات پہ ان کی آراء نہیں لے پاتے۔ مثلاً ہمیں نہیں معلوم کہ جرنیل اور امریکی افواج کے ٹھیکے دار (PRIVATE MILITARY CONTRACTORS) کس قسم کے تعلقات رکھتے ہیں؟ اور کیا جرنیل ٹھیکوں سے مالی فائدہ پاتے ہیں؟

جواب: میں کسی ملٹری کنٹریکٹر کو نہیں جانتا۔

سوال: ہم نے مجموعی طور پر بات کہی۔ یہ سننے میں تو آتا ہے کہ فلاں جرنیل بوئنگ کمپنی اور فلاں لاک ہیڈ مارٹن کمپنی کے لئے کام کرتا ہے؟

جواب: اگر کوئی امریکی جرنیل یا فوجی افسر کسی عسکری کمپنی سے خفیہ تعلق رکھتا ہے، تو یہ غیر قانونی

ہے۔میڈیا کا فرض ہے کہ وہ ایسے چور کو بے نقاب کرے۔

سوال: پچھلے بارہ برس میں امریکی حکومت خصوصاً بیرون ممالک میں بہت سے عسکری معاملات نجی ملٹری ٹھیکے داروں کے سپرد کر چکی۔ خیال ہے کہ یہ ملٹری کنٹریکٹر مختلف حیلے بہانوں سے ان ملکوں میں جنگ و جدل کی آگ مزید بھڑکاتے ہیں کیونکہ مار دھاڑ بڑھنے سے ہی ان کا کاروبار بھی پھلتا پھولتا ہے۔

جواب: ملٹری ٹھیکے داروں کا یہ روپ خاصا خوفناک ہے اور یقیناً اس پر بحث ہونی چاہئے۔ بلکہ اہم سوال یہ ہے کہ امریکی حکومت ان ٹھیکے داروں کو عسکری معاملات کیوں سونپ رہی ہے؟ کیا امریکی افواج اتنی کمزور اور نااہل ہو چکیں کہ اپنے معاملات نہیں سنبھال سکتیں؟۔

لیفٹیننٹ جنرل (ر) ڈینئل پی بولگر جنوری 1957ء میں پیدا ہوئے۔ 1978ء میں امریکی بری فوج کا حصہ بنے۔ جون 2005ء تا جون 2006ء عراق میں ''ملٹی نیشنل سیکورٹی ٹرانزیشن کمانڈ'' کے سربراہ رہے۔ یہی ادارہ عراقی فوج کو تربیت اور مسلح کرنے کا ذمے دار تھا۔ آپ نے طویل عرصہ عراق میں گزارا اور اہم عسکری عہدوں پر فائز رہے۔

2010ء میں امریکی فوج کے ڈپٹی چیف آف سٹاف بنائے گئے۔ 2011ء میں افغانستان میں کمبائنڈ ٹرانزیشن کمانڈ کے سربراہ بنائے گئے۔ اسی ملٹی نیشنل عسکری ادارے نے جدید افغان فوج کھڑی کی، افغان فوجیوں کو تربیت دی اور اسلحہ فراہم کیا۔ 2013ء میں اس عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔

جنرل بولگر نے تاریخ میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔ فی الوقت نارتھ کیرولینا سٹیٹ یونیورسٹی میں تاریخ پڑھاتے ہیں۔ لکھنے پڑھنے سے بھی دلچسپی ہے۔ عسکریات محبوب موضوع ہے۔ مختلف عسکری موضوعات پر اب تک آپ کی گیارہ کتب شائع ہو چکیں۔ ''ہم کیوں ہارے؟'' تازہ ترین کتاب ہے۔

ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور شہادۃ العالمیہ کا

تحقیقی مقالہ کیسے لکھیں (2)

(علوم اسلامیہ و عربیہ کے طلبہ کے لیے جدید رہنما اصول اور طریقے)

پروفیسر خورشید احمد سعیدی

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

(بشکریہ ماہنامہ متاعِ کارواں بہاولپور، دسمبر 2014ء)

3. موضوع پر تحقیق کے اہداف:

خاکہ کا تیسرا اہم عنصر موضوع پر تحقیق کے اہداف کی تشریح و توضیح ہے۔ عملی زندگی میں مشغول محققین کے نزدیک ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ یعنی تحقیق و ترقی ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جس تحقیق سے کوئی ترقی نہ ہو اسے تحقیق شمار نہیں کیا جاتا۔ مقالہ نویس یہ واضح کرے کہ جب اس کے موضوع پر تحقیق مکمل ہو جائے گی تو اس کے ملک، قوم، ادارے، معاشرے یا خود مقالہ نویس میں سے کس کس کو کیا کیا حاصل ہوگا؟ صاف عبارت اور غیر مبہم الفاظ میں مقالہ نویس اپنے منتخب موضوع اور اس پر تحقیق کے مقاصد بیان کرے۔ اس سلسلے میں کم از کم پانچ معقول اور قابل قبول اہداف کو شُستہ، پُرکشش اور دلچسپ لفظوں میں بیان کیا جائے۔ مثلاً مذکورہ موضوع کے اہداف مختصر عبارت میں کچھ یوں بیان کیے جا سکتے ہیں:

(i) باحث کو نصاریٰ کے عقائد کے بارے میں اصل قرآنی موقف جاننے میں مدد ملے گی۔

(ii) باحث کو نصاریٰ کی عبادات کے بارے میں آگاہی ہوگی۔ اس سلسلے میں سنی سنائی باتوں کے کھرا یا کھوٹا ہونے کا علم ہوگا۔

(iii) باحث کو نصاریٰ کے ساتھ بحیثیت مسلمان اچھے روابط استوار کرنے میں بنیادی خطوط سے

شناسائی اور قیام امن میں آسانی ہوگی۔

(iv) باحث کو نصاریٰ کے ساتھ معاملات کے جدید رجحانات اور باہمی تنازعات کے حل میں مختلف طریقوں کا علم حاصل ہوگا۔

(v) اس موضوع پر تحقیق سے ہمیں پاکستانی کرسچین لوگوں کے ساتھ اچھے دینی و سماجی تعلقات کے قیام میں مدد ملے گی۔

(vi) اس موضوع پر تحقیق سے نصاریٰ کے درمیان تبلیغ دین کے مؤثر طریقے معلوم ہوں گے۔

4. اسبابِ اختیارِ موضوع:

خاکہ کے اس عنصر کے تحت مقالہ نویس اختصار کے ساتھ اُن اُمور کا ذکر کرتا ہے جن کی وجہ سے اس نے یہ موضوع منتخب کیا ہے۔ یہ اس کی ذاتی ترجیحات بھی ہوسکتی ہیں؛ یہ کسی کی ترغیب کی بنا پر بھی ہوسکتا ہے؛ یہ انتخاب مستقبل کے کسی منصوبے کے پیش نظر بھی ہوسکتا ہے؛ یہ انتخاب ماضی کے کسی نامکمل کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے بھی ہوسکتا ہے؛ یہ کسی ضروری اور اہم مسئلے کے حل کی تلاش کے پیش نظر بھی ہوسکتا ہے؛ کسی بڑے کام یا پروجیکٹ کو شروع کرنے سے پہلے ایک ابتدائی تحقیقی سروے بھی ہوسکتا ہے؛ اس کا باعث کسی قوم کے دوسری قوم کے ساتھ تنازع کو ختم کرنے اور اس کے متعدد حل تلاش کرنا بھی ہوسکتا ہے؛ اس کا سبب کسی مسئلے کے ایسے جوابات ہوسکتے ہیں جو باہم متضاد و مخالف ہوں اور لوگ الجھن میں پڑے ہوئے ہوں؛ اور اس کا سبب کسی مسئلے کا ایسا جواب ہوسکتا ہے جس کی صحت میں مقالہ نویس کو گہرا شک ہو۔ مختصر یہ کہ محقق یہ واضح کرے کہ اس نے یہ موضوع کیوں منتخب کیا ہے؟ اس سلسلے میں لازماً چار پانچ معقول اور علمی اسباب کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مثلاً مذکورہ موضوع کو اختیار کرنے کے اسباب کچھ یوں ہوسکتے ہیں:

i. باحث کے علاقے میں مسیحی لوگ رہتے ہیں۔ باحث ان کے عقائد و نظامِ عبادات جاننا چاہتا ہے۔

ii. باحث کو مسلم مسیحی تنازعات کی موجودگی میں قیامِ امن کے لیے بہتر کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

iii. باحث مسلم مسیحی معاشرے میں ایک ایسا کردار ادا کرنا چاہتا ہے جس کی اساس قرآنی تعلیمات ہوں۔

iv. باحث مسلم مسیحی مکالمہ بین المذاہب میں ایک مؤثر کردار ادا کرنا چاہتا ہے۔

v. باحث اس موضوع پر تحقیق سے غیر مسلم معاشرے میں ایک موثر مبلغ اسلام کا کردار ادا کرنا چاہتا ہے۔اس لیے یہ موضوع اختیار کیا گیا ہے۔

5. موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ:

کسی بھی موضوع پر تحقیق کا اصل ہدف دراصل کوئی نئی چیز پیش کرنا ہوتی ہے نہ کہ تکرار، نقل محض یا جمع مواد۔ چونکہ تحقیق کا مقصد ترقی ہے اس لیے معلوم ہونا چاہیے کہ تکرارِ معلومات اور نقل عبارات سے کوئی علمی، فکری یا مادی ترقی نہیں ہوتی۔اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ لینا بہت ضروری امر ہے۔ جب تک سابقہ کام کا اچھی طرح جائزہ نہ لیا جائے نیا کام کرنے کی جگہ معلوم نہیں ہوسکتی۔اس لیے سابقہ کام کا جائزہ موضوع کے خاکے کا بہت اہم عنصر ہے۔عملاً یہ وہ کام ہے جو خاکہ لکھنے سے بھی پہلے کرنا پڑتا ہے پھر کہیں جا کر موضوع یا مقالہ کے عنوان کی عبارت صفحہ عنوان پر لکھی جاتی ہے۔ اس عنصر میں مقالہ نویس اُن کتب، تحقیقی مقالات، مضامین، سیمینارز، کانفرنسوں، مذاکروں، مباحثوں، اخباری کالموں، وغیرہ کا ذکر کرتا ہے جن کا موضوع سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔اگر سابقہ کام جو مذکورہ صورتوں میں دستیاب ہوتا ہے کی تعداد اور مقدار بہت زیادہ ہوتو بہت اہم دس بارہ کتب وغیرہ کا تعارف کروایا جائے۔

سابقہ کام کا جائزہ اس طرح لکھا جائے کہ ایک طرف تو موضوع منظور کرنے والا بورڈ یہ جان لے کہ مقالہ نویس اپنے موضوع سے متعلق علمی کام کو مطلوبہ حد تک جانتا ہے۔ دوسری طرف جائزہ قلم بند کرتے وقت ایسا اسلوب اختیار کیا جائے جس سے واضح ہو کہ مقالہ نویس کا کام سابقہ کام کی تکرار یا نقل محض نہیں بلکہ موضوع کے وہ گوشے ہیں جو سابقہ محققین اور مصنّفین کی تالیفات وتحقیقات میں نہیں آسکے یا اُن کے دور میں اس کی چونکہ ضرورت نہیں تھی اس لیے انہوں نے اس طرف نہ تو کوئی توجہ دی اور نہ کوئی رائے دی۔اس کمی اور خلا کو یہ محقق پورا کرے گا۔اس طریقے سے مقالہ نویس کا کام چھپانے کا ہوگا چھپانے کا نہیں۔ جو مقالہ نویس اپنے مقالہ کو سابقہ مصادر ومراجع سے نقول اور اقتباسات سے بھر دیتے ہیں اور اپنی طرف سے کوئی قابل ذکر سوچ وفکر اور رائے کو شامل نہیں کرتے ان کا کام فقط جمع المواد یا علمی وادبی سرقہ شمار ہوتا ہے۔آج کل

ادبی وعلمی سرقہ ایک قابل سزا جرم ہے۔

علمی سرقہ سے شاید وقتی فائدہ حاصل ہو جائے مگر کچھ عرصہ بعد ضرور ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ سرقہ بازی کو اپنی تحقیق بتانے والے مقالہ نویسوں کو بہت شرمندگی اور بعض اوقات غیر متوقع نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض اعلیٰ عہدیداروں کے عہدے، مراعات اور سہولیات واپس لے لی جاتی ہیں۔ بعض کو عدالتوں میں مقدمات کی پیروی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عملی زندگی میں صرف لائق، قابل اور تخلیقی صلاحیت رکھنے والے اہل علم کی عزت اور قدر و منزلت ہوتی ہے۔ اس لیے مقالہ نویسی کے دوران نقل محض اور تکرار معلومات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس حقیقت سے استدلال نہ کریں کہ دوسرے ایسا کر رہے ہیں۔ آپ سابقہ کام کا جتنا زیادہ مطالعہ کریں گے اور اس کا جائزہ لے کر اپنے عنوان کی نوک پلک سنواریں گے اتنا ہی آسانی ہوگی۔ اس طریقے سے آپ اس موضوع پر اتھارٹی اور سند سمجھے جائیں گے۔ لوگوں کے نزدیک آپ ایک بااعتماد فاضل اور محقق و مستند عالم دین اور اِسکالر شمار ہوں گے۔ اس لیے وہ آپ کی طرف رہنمائی کے لیے رجوع کریں گے اور آپ کی عزت و وقار میں بہت اضافہ ہوگا۔

ایک عرب استاد نے قابل قدر تحقیق کو نملہ اور نحلہ یعنی چیونٹی اور شہد کی مکھی کے کام کی مثال سے سمجھایا ہے۔ چیونٹی مختلف جگہوں کا سفر کرتی ہے، موسم کی صعوبتیں برداشت کرتی ہے، راہ گیروں کے پیروں تلے بھی کچلی جاتی ہے پھر بھی اپنا کام جاری رکھتی ہے اور اپنے کھانے کی متعدد اشیاء تلاش کر کے اپنے بل میں جمع کر کے رکھ دیتی ہے مگر اس کے عمل سے کوئی نئی چیز سامنے نہیں آتی۔ گویا اس نے صرف جمع المواد کیا ہے۔ اس کے برعکس شہد کی مکھی کی تلاش و تحقیق ہے۔ وہ بھی جگہ جگہ کا سفر کرتی ہے، وقت لگاتی ہے، ایک ایک پھول کی نہ صرف زیارت کرتی ہے بلکہ اس سے اخذ فیض کرتی ہے۔ ہر جگہ کے پھول اور ان کا رس مختلف ہوتا ہے، ان کا ذائقہ اور رنگ مختلف ہوتا ہے۔ وہ ان سب کو اپنے چھتے میں جمع اور محفوظ کرتی ہے اور جمع شدہ مواد پر اس انداز سے محنت کرتی اور اپنی مثبت سوچ و تخلیقی فکر سے اس پر اس طرح اثر انداز ہوتی ہے کہ جمع شدہ رس چاہے وہ پھیکا تھا یا ترش، کڑوا تھا یا بے ذائقہ سب ایک لذیذ شہد میں ڈھل جاتا ہے جسے ہر کوئی حاصل کرنے کی کوشش اور کھانے کی خواہش کرتا ہے۔ چیونٹی کے جمع شدہ مواد کی طرف کوئی انسان یا جانور توجہ نہیں

کرتا۔ وہ زمین پر اس کے بل ہی میں رہتا ہے۔ اس کا فائدہ بہت محدود ہوتا ہے۔ جبکہ شہد کی مکھی کام کا نتیجہ دُور و نزدیک تک پہنچتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس کی تعریف کی گئی ہے۔ اس مثال سے حقیقی اور غیر حقیقی تحقیق کے درمیان فرق اور ان کے نتائج کی افادیت اور حدود کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اس لیے ایک مقالہ نویس کو اسی جگہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ وہ نملہ نہیں نحلہ کی طرح علمی فضاؤں کا مسافر بنے گا۔ غالبًا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

بقدر الکدّ تکتسب المعالی　　و مَن طلب العُلٰی سهر اللیالی

ومَن رام العلا مِن غیر کد　　اضاع العُمر فی طلب المحال

تروم العزّ ثُم تنام لیلا　　یغوص البحر مَن طلب اللاٰلی

دینی موضوعات پر کام کرنے والے مقالہ نویسوں کو میرے خیال کے مطابق المکتبۃ الشاملۃ سے شروع کرنا چاہیے۔ اڑتالیس جی بی، چوہتر جی بی اور ایک سو پچاس جی بی حجم کا مکتبہ شاملہ آج کل طلبہ کے درمیان مروّج ہے۔ اس میں کتب کی اکثریت پی ڈی ایف فارمیٹ میں بھی ہے۔ تفسیر، علوم القرآن، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، شروح حدیث، اسماء الرجال، جرح وتعدیل، فقہ، اصول فقہ، فقہ مذاہب اربعہ، اخلاقیات، بلاغت، معاجم، صرف ونحو، منطق و فلسفہ، تاریخ، ادب عربی، وغیرہ علوم سے متعلق اس میں شامل بہت سی کتب اساسی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ بات اہل علم واصحاب تحقیق سے مخفی نہیں کہ مکتبہ شاملہ میں شامل ساری کتب عربی زبان میں ہیں۔ آپ چاہیں تو اس کے ہیکل میں مزید ایسی عربی کتب کا اضافہ بھی کر سکتے ہیں جو آپ کے خیال میں اس میں شامل ہونی چاہیں۔

اگر ایک مقالہ نویس اپنے منتخب موضوع پر کام کرنے کے لیے مواد اردو زبان میں حاصل کرنا چاہتا ہو تو اس سے متعلق ہزاروں کتب انٹرنیٹ کی مختلف ویب سائٹوں پر مہیا ہیں۔ مثلاً اس جدول میں مذکور لائبریریاں ملاحظہ فرمائیے:

المکتبہ المجددیہ	www.maktabah.org/aa/urdu-books
کتاب وسنت لائبریری	http://kitabosunnat.com/kutub-library/
اسلامی کتابیں	http://books.ahlesunnat.net
اسلامک لائبریری	http://library.faizaneattar.net

اسلامک لائبریری	www.minhajbooks.com
نفس اسلام لائبریری	www.nafseislam.com
معرفت لائبریری	www.marfat.com
اہل حق ای لائبریری	http://ahlehaq.org/
اسلام اور عیسائیت لائبریری	http://onlylor3.com
ختم نبوت لائبریری	www.khtamenabowat.com
اردو ویب ڈیجیٹل لائبریری	www.urdulibrary.org/
علامہ اقبال سائبر لائبریری	www.iqbalcyberlibrary.net/en/

یہ ایسی ویب سائٹیں ہیں جن سے اسلامی علوم وفنون سے متعلق ہزاروں کتب اردو زبان میں مفت ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہیں۔ یہاں پاک و ہند وغیرہ کے علماء کی کتب اصل شکل میں دستیاب ہیں۔ ایک مقالہ نگار اِن آن لائن لائبریریوں سے اپنے موضوع سے متعلق کتب کا مطالعہ کرسکتا ہے اور پھر سابقہ کام کا جائزہ لے کر اپنے موضوعِ تحقیق کو آخری شکل دے سکتا ہے۔

بعض موضوعات پر تازہ ترین تحقیقات، آراء واقوال پر محققین اور علماء کے رجحانات، علمی مجلّات میں شائع ہونے والے مقالات ومضامین کے ذریعے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں اردو زبان میں شائع ہونے والے چند معروف مجلّات کے نام اور اُن کی ویب سائٹیں درج ذیل جدول میں پیش ہیں۔ آپ کچھ وقت لگا کر اِن پر پیش کیے گئے مواد کو ڈاؤن لوڈ کرلیں اور اپنی ہارڈ ڈِسک میں محفوظ کرلیں تاکہ آپ جہاں بھی ہوں ان سے استفادہ کرسکیں۔

ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، انڈیا	http://aljamiatulashrafia.org/monthly_ashrafia.php?lang=UR
ماہنامہ سنی دعوتِ اسلامی، ممبئی انڈیا	www.sunnidawateisislami.net/literature/magazine.php
ماہنامہ جام نور، دہلی انڈیا	www.khushtarnoorani.in/articles/
ماہنامہ سنی آواز، ناگ پور انڈیا	www.sunniawaz.com/category/monthly/
ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی انڈیا	www.ala-hazrat.org/magzine.html
ماہنامہ المظہر، کراچی	www.almazhar.com/
ماہنامہ مصلح الدین، کراچی	http://mahnama.ahlesunnat.net/
ماہنامہ مصطفائی نیوز، کراچی	www.mustafai.net/mustafai_news.php

http://tahaffuz.com/	ماہنامہ تحفظ، کراچی
www.minhaj.info/mag/index.php	ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور
www.minhaj.info/di/index.php?mod=mags	ماہنامہ دختران اسلام، لاہور
www.minhaj.info/ulama/index.php?mod=mags	سہ ماہی العلماء لاہور
http://ahlesunnat.info/magzine/index.html	ماہنامہ آواز اہل سنت، گجرات
www.daleelerah.info/#	ماہنامہ دلیل راہ، لاہور
www.seedharastah.com/seedha.php	ماہنامہ سیدھا راستہ، لاہور
www.tehreekdawatefaqr.com/sf/multimedia/eng/magazine.html	ماہنامہ سلطان الفقر، لاہور
http://raza-e-mustafa.blogspot.com/	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ
http://tarjumanulquran.org/	ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور
www.nadwifoundation.org/index.php/magazine	ماہنامہ ندائے اعتدال، انڈیا
www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine/new/index.php	ماہنامہ دارالعلوم دیوبند
www.taubah.org/Al-furqan/	ماہنامہ، الفرقان، لکھنؤ
www.abulhasanalinadwi.org/payam_13.html	ماہنامہ پیام عرفات، بریلی
www.rahimia.org/shaoor-o-agahi	سہ ماہی شعور و آگاہی، لاہور
http://www.rahimia.org/rahimia-magazine	ماہنامہ رحیمیہ، لاہور
www.laulak.info/MLAULAK/laulak.html	ماہنامہ لولاک، ملتان
www.jamiaashrafia.org/alhassan_magazine.html	ماہنامہ الاحسن، لاہور
www.khatm-e-nubuwwat.info/	ہفت روزہ ختم نبوت
www.alsharia.org/	ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ
http://ahnafmedia.com/monthly-al-faqeeh	ماہنامہ فقیہ، سرگودھا
www.ahnafmedia.com/component/k2/itemlist/category/168-qafla-e-haq-magazine	سہ ماہی قافلۂ حق، سرگودھا
http://magazine.mohaddis.com/	ماہنامہ محدث، لاہور
http://albalagh.deeneislam.com/	ماہنامہ البلاغ، کراچی
www.banuri.edu.pk/ur/bayyinat	ماہنامہ البیّنات، کراچی

میثاق،حکمت قرآن،لاہور	http://data.tanzeem.info/BOOKS/Magzine/2010/index.html
ماہنامہ الدعوۃ الی اللہ،لاہور	www.addawa.com/allmag.html

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے رسائل ایسے ہیں جن کی اپنی ویب سائٹ ابھی تک نہیں بنی۔ مثلاً السعید ملتان، فقہ اسلامی کراچی، معارف رضا کراچی، متاع کارواں بہاول پور، فیض عالم بہاول پور، انوار الفرید ساہیوال، نور الحبیب بصیر پور، ضیائے حرم لاہور، سوئے حجاز لاہور، عرفات لاہور، النظامیہ لاہور، جہانِ رضا لاہور، البرہان واہ کینٹ وغیرہ۔ ان کو دیکھنے سے بھی مناسب عصری موضوع منتخب کرنے میں بہت مدد مل سکتی ہے۔

اردو زبان میں ان چند مجلّات و رسائل کے ذکر کے بعد اب عالم عرب کے چند مجلّات کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ اگر کوئی مقالہ نگار پاک و ہند سے باہر عالم عرب کے اسلامی اداروں میں جاری علمی و تحقیقی رُجحانات سے واقفیت حاصل کرنا چاہے تو اس کے لیے آسانی ہو جائے۔ اُن کے نام اور ویب سائٹ کا ایڈریس ذیل کی جدول میں پیش ہیں:

مجلة الاحياء، المملكة المغربية	www.alihyaa.ma/Default.aspx
مجلة الواضحة، الرباط	http://edhh.org/alwadiha/index.php
مجلة جامعة ام القرى	https://uqu.edu.sa/page/ar/182549
مجلة البحوث والدراسات القرآنية	http://jqrs.qurancomplex.gov.sa/
مجلة جامعة ام القرىٰ لعلوم اللغات و آدابها	http://uqu.edu.sa/page/ar/1061
مجلة المعهد المصري للدراسات الإسلامية	http://wadod.net/bookshelf/category/12
مجلة الجامعة الاسلامية بغزة	www.iujaza.edu.ps/ar/periodical/
مجلة آفاق التراث والثقافة	http://wadod.net/bookshelf/category/35
مجلة مجمع اللغة العربية ـ مصر	http://wadod.net/bookshelf/category/8
مجلة الفقه والقانون	https://sites.google.com/site/marocsitta/home
مجلة الشريعة والقانون، جامعة الإمارات	http://sljournal.uaeu.ac.ae/prev_issues.aspx
مجلة العدل، السعودية	http://adl.moj.gov.sa/archive.aspx

المجلة القضائية، السعودية	http://adl.moj.gov.sa/Alqadaeya/archivep.aspx
مجلة الدارة، السعودية	www.darah.org.sa/Resources/Magazine/Pages/1435161.aspx
مجلة العلوم الشرعية، السعودية	www.csi.qu.edu.sa/Magazine/Pages/default.aspx
مجلة الجامعة العراقية	http://aliraqia.edu.iq/publications/mabda
مجلة جامعة كربلاء	www.iasj.net/jasj?func=issues&jld=177&uiLanguage=ar
مجلة الحجاز العالمية	http://alhijaz-international-journal.com/ar/index.php?pa=issues
مجلة الدراسات الإسلامية والعربية بدبي	http://www.wadod.org/vb/showthread.php?t=5540
المجلة الزيتونية	http://waqfeya.com/category.php?cid=140
مجلة إسلامية المعرفة	http://eiiit.org/resources/eiiit.aspx
مجلة تبيان للدراسات القرآنية	www.alquran.org.sa/main/
مجلة العلوم الاقتصادية والقانونية، دمشق	www.damascusuniversity.edu.sy/mag/law/
مجلة الجنان، لبنان	www.jinan.edu.lb/main/index.php?id=aljinanar
مجلة جامعة المدينة العالمية، ماليزيا	http://magazine.mediu.edu.my/
مجلة كلية العلوم الإسلامية، بغداد	http://repository.uobaghdad.edu.iq/ArticleShow.aspx?ID=25
مجلة الدراسات الدولية	www.iasj.net/iasj?func=issues&jId=40&uiLanjuage=ar
مجلة جامعة القدس المفتوحة	www.qou.edu/arabic/index.jsp?pageId=208
مجلة جامعة فلسطين	http://research.up.edu.ps/Versions_M
مجلة جامعة ابن رشد	www.averroesuniversity.org/au/index.php
مجلة العلوم التربوية والنفسية، بحرين	www.uob.edu.bh/pages.aspx?module= pages&id=1564&SID=434
مجلة الدراسات العقدية، مدينة منوره	http://aqeeda.org/container.php?fun=book maincat&cat=mag
مجلة العلوم الانسانية، فلسطين	www.hebron.edu/index.php/ar/jour-hum
مجلة الوعي الإسلامي، كويت	www.alwaei.com/site/index.php/archive
مجلة الأندلس للعلوم التطبيقية، صنعاء	www.andalusuniv.net/issues-magazine.php
مجلة العلوم الحديثة والتراثية	www.jmsh.eu/news.php?action=list&cat_id=15

مجلة الجامعة الأسمرية، ليبيا	www.asmarya.edu.ly/magazine/magazine.html
مركز دراسات الوحدة العربية، ليبيا	www.caus.org.lb/Home/magazine_categories.php
المجلة الأردنية في الدراسات الإسلامية	http://web2.aabu.edu.jo/Islamic/
مجلة جامعة الوادي	www.univ-eloued.dz/index.php/home/29-univ/univ-5/236-2014-02-23-10-06-07
مجلة المجمع الفقهي، مكة المكرمة	www.themwl.org/Publications/default.aspx?ct=1&cid=14&I=&pg=1
مجلة البلقاء، جامعة عمان الأهلية	www.ammanu.edu.jo/ar/graduatestudy/pages/balqapublictions.aspx?row=1
مجلة الشريعة والدراسات الإسلامية. جامعة الكويت	www.pubcouncil.kuniv.edu.kw/jsis/homear.aspx?id=8&Root=yes

علوم اسلامیہ وعربیہ کے متداول نصابِ تعلیم سے طلبہ کو عربی ادب بالخصوص عربی شاعری سے بھی آگاہی ہوتی ہے۔ وہ مقامات حریری کے ساتھ ساتھ سبعۃ معلقات، دیوان حماسۃ اور دیوان متنبّی وغیرہ بھی پڑھتے اور اپنے ذوق کے اشعار یاد بھی کرتے ہیں۔ اگر کوئی مقالہ نویس اس علم یا فن میں تحقیقی موضوع منتخب کرنا چاہے اور جدید عرب شعراء کے کلام کو جاننا چاہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ دلچسپی اور ذوق رکھنے والوں نے ''موسوعۃ الشعر العربی والادب'' تیار کیا ہے جس کے اِصدار خامس میں ڈھائی لاکھ سے زائد اشعار شامل ہیں۔ بہت سے اشعار کی آڈیو آواز بھی اس موسوعۃ میں شامل ہے۔ اسے گوگل سرچ انجن کے ذریعے تلاش کر کے ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔ اسے درج دو ویب سائٹوں (http://majles.alukah.net/t103055) اور (www.damasgate.com/vb/t315350) کی مدد سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔ پھر اپنے کمپیوٹر میں تنصیب کے بعد آپ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

اگر کوئی مقالہ نویس اپنے موضوع سے متعلق عربی زبان میں کتب تلاش کرنا چاہے تو وہ درج ذیل ویب سائٹوں سے استفادہ کر سکتا ہے:

شبكة ابن مريم الإسلامية	www.ebnmaryam.com/web/
شبكة مشكاة الإسلامية	www.almeshkat.net/books/index.php
مكتبة المصطفى	www.al-mostafa.com/
مكتبة الإسكندرية	http://www.bib-alex.com/

المكتبة الإسلامية الالكترونية الشاملة	www.muslim.library.com/
مكتبة الألوكة	www.alukah.net/library/
المكتبة الشاملة	http://shamela.ws/
المكتبة الإسلامية الشاملة	www.ebooks4islam.com/
الموسوعة الشاملة	http://islamport.com/index2.html
مكتبة المهتدين الإسلامية لمقارنة الاديان	http://al-maktabeh.com/
المكتبة الوقفية	http://waqfeya.com/
مكتبة جميع الكتب	http://allbooks1.com/
جامع الكتب المصورة	http://kt-b.com/
مكتبة خالدة	www.khaldia-library.com/
مكتبة صيد الفوائد	http://saaid.net/book/index.php
مكتبة السادة الأشراف	www.book.alashraf.ws/index.php
مركزُ تفسير الدراسات القرآنية	http://library.tafsir.net/
مركزُ البحوث والدراسات في الفقه المالكي	www.alfiqh.ma
الاكاديمية العربية في الدنمارك	http://ao-academy.org/ar/library/
موقع جديد الكتب	www.booksjadid.net/
صحابة رسول الله	www.sahaba.rasoolona.com/

مثلاً مذکورہ موضوع پر سابقہ کام کا تعارف کروانے کے لیے کچھ قدیم اور کچھ معاصر کتب، مقالات، جامعات کے تحقیقی تھیسز، حکومتی سطح پر ہونے والے مکالمہ بین المذاہب کے پروگرامات، ٹی وی چینلز پر ہونے مسلم مسیحی مذاکرات، روزنامہ جنگ، نوائے وقت، ایکسپریس وغیرہ اخبارات میں شائع ہونے والے کالموں کا الگ الگ ذکر کرے۔ ایک مقالہ نویس ان کے اہم نکات کی تشریح کر کے یہ بتائے گا کہ وہ کام جو منصۂ شہود پر آ چکا ہے وہ کیا ہے؟ اور اس کام کا کونسا پہلو ہے جس پر یہ مقالہ نویس تحقیق کرنا چاہتا ہے مگر ابھی تک کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔

6. موضوع پر تحقیق کے بنیادی سوالات:

کسی بھی موضوع کے علمی خاکہ میں یہ عنصر سب سے اہم، انتہائی ضروری اور مغز کی

حیثیت رکھتا ہے۔ اس جگہ مقالہ نویس کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ پانچ ایسے علمی سوالات اٹھاتا ہے جن کا اس کے منتخب عنوان سے انتہائی گہرا ربط ہوتا ہے۔ وہ سوالات ایسے ہوتے ہیں جو موضوع پر سابقہ کام کے جائزہ کے نتیجے میں سامنے آتے ہیں۔ اُن سوالات میں سے پہلے سوال کا جواب مقالہ کا پہلا باب بنتا ہے، دوسرے سوال کا جواب دوسرا باب اور اسی طرح آخری سوال کا جواب آخری باب۔ گویا موضوع کے بارے میں یہ بنیادی سوالات ہوتے ہیں جو ایک طرف عنوان سے مربوط ہوتے ہیں اور دوسری طرف ابواب وفصول سے۔ دراصل یہ سوالات تحقیقی مقالہ کی جان ہوتے ہیں۔ انہی کی معقولیت، مناسبت اور قطعیت ہی تحقیقی مقالہ کی وُقعت اور قدر و قیمت کا تعین کرتی ہے۔ یہ سوالات جب تک انتہائی واضح، قطعی اور حتمی انداز میں مقالہ نویس پر عیاں نہ ہوں وہ ذہنی سکون اور اطمینان قلب سے اپنا کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ لہٰذا سوالات کی تیاری انتہائی حزم واحتیاط سے کرنی چاہیے۔ مثلاً مذکورہ موضوع کے سوالات کچھ یوں ہو سکتے ہیں:

i. قرآن مجید نے نصاریٰ کے عقائد وعبادات کے بارے میں کیا بیان کیا ہے؟

ii. قرآن مجید نے نصاریٰ کے ساتھ کیسے معاملات اور اخلاقی برتاؤ کی تعلیم دی ہے؟

iii. مولانا غلام رسول سعیدی کی تفسیر تبیان القرآن میں نصاریٰ کے ساتھ معاملات اور تعلقات کے کیا اُصول مستنبط کیے جا سکتے ہیں؟

iv. تفسیر تبیان القرآن کی روشنی میں مسیحیوں کے ساتھ مکالمہ بین المذاہب میں کامیابی کے لیے کیا اُصول سمجھے جا سکتے ہیں؟ (جاری ہے)

صیہونی امریکی شیطانی گٹھ جوڑ
اور_ مظلوم فلسطینی مسلمان واُمت مسلمہ

ابوفیصل محمد منظور انور

(تحریر20جنوری15ء)

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق فرانس کی فرنٹ نیشنل پارٹی کے بانی جین میری لی پین نے کہا ہے کہ پیرس حملوں میں مغربی انٹیلی جنس ایجنسیاں ملوث ہیں امریکہ اور اسرائیل مسلمانوں اور مغرب میں تصادم چاہتے ہیں۔ پیرس میں روسی اخبار کو دیے گئے انٹرویو میں لی پین نے بتایا ہے کہ توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے جریدے، چارلی ہیبڈو، پر کارروائی عام لوگوں نے نہیں بلکہ خفیہ ایجنسیوں نے کی ہے لی پین نے وضاحت کی کہ اس واقعہ میں فرانس ملوث نہیں تھا تاہم حکومت نے دیگر ملکوں کی ایجنسیوں کو ایسا کرنے کی اجازت دی تھی لی پین نے کہا کہ بارہ افراد کے قتل میں ایجنسیوں کے ملوث ہونے کا واضح ثبوت یہ تھا کہ کوچی بھائیوں میں سے ایک نے اپنا شناختی کارڈ چارلی ہیبڈو کے دفتر پر حملے کے بعد حادثے کا شکار ہونے والی کار میں چھوڑا تھا یہ کام ایجنسیوں کا تھا کارروائی کی جگہ سے دہشت گرد کا شناختی کارڈ ملنا مضحکہ خیز ہے۔ لی پین نے کہا کہ گزشتہ ہفتے پیرس حملوں کے خلاف مظاہرہ کرنے والے پندرہ لاکھ افراد چارلی ہیبڈو نہیں بلکہ چارلی چیپلن تھے انھوں نے کہا کہ اس کارروائی کا مقصد اسلام اور مغرب کے درمیان سول وار کروانا ہوسکتا ہے نائن الیون کے وقت بھی وہاں سے ایک ہائی جیکر کا شناختی کارڈ ملا تھا۔

PARIS–According to a report, published in The Independent, founder of France’s far right Front National, Jean-Marie Le Pen has said that the Charlie Hebdo

massacre may have been the work of an “intelligence agency”.

In an interview with a virulently anti-Western Russian newspaper Komsomolskaïa Pravda, Mr Le Pen, 86, gave credence to conspiracy theories circulating on the internet suggesting that the attack was the work of American or Israeli agents seeking to foment a civil war between Islam and the West, the report said.

The independent report further says, “The shooting at Charlie Hebdo resembles a secret service operation but we have no proof of that,” the newspaper quoted Mr Le Pen as saying. “I don’t think it was organised by the French authorities but they permitted this crime to be committed. That, for the moment, is just a supposition.”

To justify his comments, Mr Le Pen pointed to the fact that one of the Kouachi brothers, who carried out the Charlie Hebdo massacre, left his identity card in a crashed getaway car. He compared this to the “miraculous fact” – beloved by conspiracy theorists – that one of the passports of the 9/11 hijackers was found on the ground in New York after two planes collided with the twin towers of the World Trade Centre in 2001, the report added.

He further said that the 1,500,000 who marched “against hatred” in Paris last Sunday were not “Charlies” but “Charlie Chaplins”.

(http://dailymailnews.com/2015/01/18/paris-attacks-work-of-us-or-israeli-agents-le-pen)

صیہونیت اپنی تاریخی بداعمالیوں اور سازشوں کا بوجھ اٹھائے صدیوں سے پھر رہی ہیں اور ساتھ ہی یہودی دوسری اقوام عالم کے ساتھ نفرت اور جنگ وجدل میں مصروف ہیں انھوں نے اپنی سازشوں کے ذریعے بیسویں صدی میں یورپ کو سازشوں کا گڑھ بنایا نتیجے میں یہودیوں کے خلاف نفرت انتہا پر جا پہنچی۔ ہٹلر نے جرمنی میں ان کا خاتمہ شروع کر دیا تو یہودی امریکا اور مغرب

کی اشیر باد سے فلسطین میں جمع ہونے میں کامیاب ہوگئے اور 1948ء میں انھوں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا بعد ازاں 1956ء 1967ء اور 74-1973ء میں جنگیں ہوئیں اور اسرائیل نے گریٹر اسرائیل منصوبے کے تحت پڑوسی عرب ممالک کے علاقے ہتھیا کران کے 109093 مربع میل رقبے پر قابض ہوگیا بیچارے فلسطینی مسلمان اپنے وطن سے بے دخل ہو کر ملک شام، اردن اور لبنان میں جا بسے جہاں یہودیوں کے ساتھ ساتھ اردن اور شام کی مسلمان حکومتوں نے بھی ان پر ظلم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیے آخر لبنان میں یہ مسلمان صابرا اور شتیلہ کے مہاجر کیمپوں میں مقیم ہوگئے فلسطینیوں نے اپنی مدد آپ کے تحت ان کیمپوں میں اپنے گھر بنائے اس طرح یہ کیمپ باقاعدہ مہاجر کالونیاں بن گئیں اس دوران لبنان کے عیسائی صدر بشیر جمائیل کا قتل ہوگیا یہودی سازشیوں نے اس کے قتل کا الزام فلسطینی مسلمانوں پر لگایا گیا اس طرح یہودیوں نے لبنان کے فلانجی عیسائیوں کو ساتھ ملایا اور 15 ستمبر 1982ء کو صابرہ وشتیلہ کیمپوں میں مقیم فلسطینی مسلمانوں پر قیامت ڈھا دی گئی جدید اسلحے رائفلوں، گرنیڈوں اور مشین گنوں سے اندھا دھند فائرنگ کر کے فلسطینیوں کا قتل عام کیا گیا۔ شیر خوار بچے، عورتیں بوڑھے نوجوان بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیے گئے تین دن میں قیامت صغریٰ برپا کر دی گئی آخری دن فلسطینیوں کو جمع کر کے انہیں ٹینکوں تلے روندا گیا۔ ہسپتالوں میں زخمی فلسطینیوں کو علاج معالجہ کی بجائے قتل کر دیا گیا اور انہیں ریڈ کراس کی درخواست کے باوجود طبی امداد فراہم نہ کی گئی۔ نتیجہ میں ہسپتالوں میں موجود زخمی تڑپ تڑپ کے مر گئے یہودیوں نے ریڈ کراس کو لاشیں کم دکھانے کی غرض سے بلڈوزر سے گڑھے کھود کر انھیں اجتماعی قبروں میں پھینک دیا اسرائیل نے بڑی عیاری ومکاری کے ساتھ اس قتل عام کی ذمہ داری فلانجی عیسائیوں پر ڈالی اور اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دیا۔ عجیب اتفاق ہے کہ صابرہ وشتیلہ کیمپ عین اس جگہ واقع تھے جہاں مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار غازی سلطان صلاح الدین ایوبی نے شہنشاہ رچرڈ سوئم کو عبرت ناک شکست فاش دی تھی صدیاں بیت جانے کے باوجود جسے اسلام دشمن ابھی تک بھلا نہ سکے۔ اسی سوچ کا مظہر ہے برطانوی جنرل ایمن بی کا وہ جملہ جو اس نے پہلی جنگ کے دوران دمشق کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ "LOOK SALADIN WE HAVE COME"۔ کہاں

1190ءاور کہاں 1917ء سچ یہی ہے کہ موجودہ مغربی تہذیب صلیبی پس منظر رکھتی ہے اور مغرب کی اسلام کے خلاف یلغار آخری صلیبی جنگ ہی ہے جو تین صدیوں سے جاری ہے۔ اسی وجہ سے انھوں نے مظلوم فلسطینی مسلمانوں پر جور وستم کی انتہا کر دی تھی۔

جنوری 2006ء میں حماس نے الیکشن کے نتیجہ میں حکومت بنائی تو امریکی یہودی ملی بھگت سے اس وقت سے لے کر آج تک وسیع پیمانے پر فلسطینی مسلمان شہید کئے گئے ہیں۔ صرف 2014ء میں 2000 فلسطینی شہید کئے گئے ہیں سلامتی کونسل کے پلیٹ فارم سے مظلوم فلسطینی مسلمانوں کو حقوق دلانے کی غرض سے جو بھی آواز اٹھائی گئی اسے امریکی پالیسی سازوں نے اسرائیل کی خوشنودی کی خاطر ہمیشہ سے ناکام بنانے کا تہیہ کر رکھا ہے پیش کردہ قراداوں کو کا حشر نشر جو امریکی سامراج نے کیا اسے دیکھ کر شاید شیطان کی روح بھی شرما جائے اسرائیل کے حق میں امریکی ویٹو پاور کے استعمال کی تاریخ پوری دنیا کے مہذب ممالک کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے مصدقہ رپورٹس کے مطابق شام اور لبنان کی اسرائیل کے خلاف شکایت کو امریکہ نے اسرائیل کے حق میں 2اکتوبر 1972ء کو ویٹو کر دیا۔ 1973ء میں آٹھ ممالک نے مشرق وسطیٰ کی صورتحال بارے قرارداد کو امریکہ نے فروری 1973ء میں ویٹو کر دیا۔ 1975ء میں مصر لبنان کی اسرائیل پر پابندیوں کی قرارداد کو امریکہ نے 21 اگست 1975ء کو ویٹو کر دیا 1976ء میں کئی ممالک نے فلسطین اور مشرق وسطیٰ کی صورتحال پر اسرائیل کے خلاف کاروائی کی درخواست مگر امریکہ بہادر نے 29 جون 1976ء کو ویٹو کر دیا۔ 1980ء میں تیونس کی فلسطینی عوام کے حقوق کے لئے درخواست کو 30اپریل 1980ء کو امریکہ نے ویٹو کر دیا۔ جولان کی پہاڑیوں پر قبضے کے خلاف امریکہ نے 20 جنوری 1982ء کو ویٹو کر دیا۔ مقبوضہ علاقوں کی خراب صورتحال بارے اردن کی درخواست کو امریکہ نے 2اپریل 1982ء کو ویٹو کر دیا مسجد اقصیٰ پر حملے کے خلاف درخواست کو امریکہ نے 20اپریل 1982ء کو ویٹو کر دیا۔ لبنان کے معاملے پر سپین کی قرارداد کو امریکہ نے 8جون 1982ء کو ویٹو کر دیا۔ سوویت یونین کی لبنان ایشو پر قرارداد کو امریکہ نے 6اگست 1982ء کو ویٹو کر دیا۔ اگست 1983ء میں بیس ممالک کی مقبوضہ علاقوں میں اسرائیل کی جارحیت کے خلاف قرارداد کو امریکہ نے 2اگست 1983ء کو ویٹو کر دیا امریکہ سلامتی کونسل میں

فلسطینیوں کے حق میں پیش کی گئی قراردادوں کو ہمیشہ سے ویٹو کرتا رہا ہے اور 1972ء سے اب تک فلسطینیوں کے حق میں جتنی بھی گئی قراردادیں لائی گئیں انھیں امریکہ ویٹو کرتا چلا آ رہا ہے اسرائیل دنیا بھر میں واحد ملک ہے جس کے خلاف سب سے زیادہ قراردادیں پیش کی گئی ہیں مگر ہر بار اسے امریکی چھتری نے تحفظ فراہم کیا اسرائیل کے پاس 260 ایٹم بم بھی موجود ہیں مگر اسرائیل ایسے نام نہاد امن دشمن ملک کے سامنے امریکہ اور اس کے حواری ممالک ہمیشہ بھگی بلی بنے اس کی حمایت پر کمر بستہ نظر آتے ہی ان ملکوں کی نگاہ میں ایٹمی طاقت اسرائیل نہتے فلسطین کے مقابلے میں پرامن ہے اور وہ اپنے دفاع کا حق رکھتا ہے جب کہ مظلوم فلسطینی مسلمانوں کو اس حق سے محروم رکھنا مغرب اور اس کے اتحادیوں کا منشور ہے مندرجہ بالا حقائق کو سامنے رکھیں تو صاف عیاں ہوتا ہے کہ دنیا بھر میں دہشت گردی کو فروغ دینے کا باعث امریکہ اور اسرائیل ہیں تمام تر ناانصافیوں کے باوجود امت مسلمہ ابھی تک صبر سے کام لے رہی ہے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے پیچھے امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کی آشیرباد حاصل ہے۔ چارلی ہیبڈو 1970ء سے اپنی اشاعت کر رہا ہے مغرب میں اس کی اشاعت متنازع رہی ہے جسکی وجہ سے اس پر کئی بار پابندی بھی لگی اب کی بار اس جریدے نے یک ارب ساٹھ کروڑ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کر کے ایک نئی عالمی جنگ کا آغاز کر دیا ہے مسلمانوں کی دل آزاری کرنیوالے اس کی جو بھی توجیح بیان کریں ناقابل قبول ہے واصل جہنم ہونے والے میگزین سٹاف کی دل جوئی اور دلداریاں کرنے کے لئے چالیس مختلف ممالک کا اظہار یکجہتی مسلم ممالک کو خون کے آنسو رلا رہا ہے مسلم ممالک کے حکمران زیادہ دیر تک اس اہم ایشو پر صرف نظر نہیں کر سکتے۔ آج نہیں تو کل تہذیبوں کا تصادم ہو کر رہے گا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کا پیغام دنیا بھر میں عام ہو گا۔

دہشت گردی کی جنگ کی اصلیت جس میں صرف امت مسلمہ کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے مندرجہ رپورٹ سے عیاں نظر آتی ہے۔ ایف بی آئی کی ایک رپورٹ کے مطابق یورپ امریکہ میں دہشت گردی 94 فیصد واقعات میں غیر مسلم ملوث ہیں نائن الیون واقعہ میں 37 امریکی ہلاک جبکہ غیر مسلموں کے ہاتھوں 1 لاکھ 90 ہزار 2013ء میں 993 دہشت گردانہ اقدامات میں مساجد گرجا گھر مسمار کئے گئے۔ تفصیلات کے مطابق 1980ء 2005ء تک دہشت گردی کے 94 فیصد

واقعات میں غیر مسلم ملوث تھے نائن الیون کی دہشت گردی جس میں مسلمان ملوث قرار دئے گئے صرف 37امریکیوں کی جانیں گئی تھیں جبکہ ایک لاکھ 90ہزار امریکی غیر مسلموں کے ہاتھوں مارے گئے تھےامریکی وزارت خارجہ کے مطابق 2013ء میں شیر خوار بچوں کے ہاتھوں 5امریکی مارے گئے جبکہ 2013ء میں یہودی آبادکاروں کی طرف سے 399اقدامات کیے گئے جن میں مساجد، گرجا گھروں کو مسمار کیا گیا جبکہ فرانس کی علیحدگی پسند تنظیم ایف ایل این سی(FLNC) نے جزیرہ کورسیگا کو فرانس سے الگ کرنے فرانس کے شہروں میں پولیس اسٹیشنوں پر دسمبر 2013ء میں مسلسل راکٹ برسائے تھے۔(Dunya Nnews19.01,2015)

ایک اور رپورٹ By Samuel Burke, CNN

It has now been one month since the grieving families of Newtown, Connecticut put their children on the school bus, only to have them never return.Teachers, of course, were victims too - but all of the lives lost in that American school massacre are just a small fraction of the total number of gun deaths in the United States.In fact, the number of Americans killed in guns deaths is far larger than the number of those killed in terrorist attacks around the world every year.In 2010, 13,186 people died in terrorist attacks worldwide; in that same year, in America alone, 31,672 people lost their lives in gun-related deaths, according to numbers complied by Tom Diaz – until recently, a senior analyst at t Violence Policy Center.

http://amanpour.blogs.cnn.com/2013/01/15/more-americans-killed-by-guns-than-by-terrorists

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

محبوبؐ کی یادوں سے معمور جو سینہ ہے
اُس سینے میں جو دل ہے وہ دل بھی مدینہ ہے

میلادِ پیمبر ہو یا سیرتِ انور ہو
توصیفِ محمدؐ کا ہر ایک مہینہ ہے

طیبہ کی ہواؤں سے دل شاد ہُوا جب سے
ہیچ اپنی نگاہوں میں عالم کا خزینہ ہے

وہ حُبِّ محمدؐ سے محروم رہے گا ہی
اصحابِ محمدؐ سے جس دل میں بھی کینہ ہے

مانگیں گے خدا ہی سے سیکھا ہے محمدؐ سے
داتا ہے بہت دیتا آتا جو قرینہ ہے

رحمتؐ یہ جہاں بھر کی جس قوم کو ہو حاصل
عالَم کی انگوٹھی میں وہ مثل نگینہ ہے

بیڑے کو لگائے گا اُس پار خدا عادل
ملاّح محمدؐ ہیں ، محفوظ سفینہ ہے

از محمد فیاض عادل فاروقی

مغرب کے دوہرے معیار

لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم

(بشکریہ، رونامہ نوائے وقت 16 جنوری 2015)

آج سے چند سال قبل برطانیہ کے ہاؤس آف لارڈز کی ایک کمیٹی روم میں DEFAMATION کے موضوع پر ایک مناظرہ ہوا۔ اس تقریب کے روح رواں جناب لارڈ نذیر احمد تھے۔ کمیٹی روم میں جہاں تقریباً 40 کرسیوں کا اہتمام تھا وہاں 100 لوگ موجود تھے اس میں ہر طبقہ فکر کے برطانیہ میں موجود مسلمان علماء کے علاوہ برطانوی وزیر سعیدہ وارثی اور خاصی تعداد میں انگریز ارکان ہاؤس آف کامنز اور ہاؤس آف لارڈز موجود تھے۔ اس تقریب میں انسانی حقوق کے بین الاقوامی چمپئن لارڈ لیسٹر کو خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ پاکستان سے اس وقت کے گورنر لطیف کھوسہ اور راقم کو مدعو کیا گیا تھا۔ مسلمان مقررین نے نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف گستاخانہ کام لکھنے، خاکے تراشنے اور فلمیں بنانے کی سخت مذمت کی اور ایسی حرکات کا

کے ایمان وعقیدے پر حملہ قرار دیا۔ انگریز مقررین کا دفاع یہ تھا کہ مغرب میں اظہارِ خیال پر مکمل آزادی کے قوانین کی روشنی میں وہ ان حرکات کو خراب سمجھتے ہوئے بھی روکنے سے قاصر ہیں۔ راقم نے اس موقع پر اپنی مختصر معروضات میں عرض کیا کہ ہم مسلمانوں کا مغربی دنیا کے عوام سے کوئی گلہ نہیں۔ عقائد مختلف ہونے کے باوجود ہم مغربی ممالک کی تعلیم، سائنس اور صنعتی ترقی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان اداروں سے مستفیض ہونا چاہتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ امریکہ اور مغربی ممالک میں ہمارے کئی ملین پاکستانیوں سمیت مسلمان بستے ہیں جن کو ان حکومتوں نے ملازمتیں

دی ہوئی ہیں اور ایسے جائیدادیں خریدنے اور اظہار خیال کے حقوق دیے ہوئے ہیں جوان کو بعض مسلمان ممالک میں بھی میسر نہیں۔ ہمارا گلہ صرف ان چند شرارتی عناصر سے ہے جو تہذیبوں کو آپس میں لڑانے کی مسلسل سازش کر رہے ہیں یہ وہ انتہا پسند اور تنگ نظر مٹھی بھر لوگ ہیں جو دین اسلام کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور وہ اس دین کی آفاقی شکل اور تیز پھیلاؤ سے خائف ہیں۔ان کو یہ پتہ ہے کہ ہم سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ماننے والے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب مسلمان برحق اللہ کے پیغمبر مانتے ہیں لیکن اسلام دشمن سوچ نے ان کو باؤلا کیا ہوا ہے۔ان کے دل اور دماغ مفلوج ہو چکے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ مجھے یہ پتہ ہے کہ 1689ء میں پاس ہونے والا بل آف رائٹس انگریزوں کو اظہارِ خیال کی آزادی دیتا ہے۔ مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ 100 سال بعد 1789ء کے فرانسیسی انقلاب کے وقت انگریزوں نے ایک اور بھی آزادئ اظہار کا بل پاس کیا تھا جس کے آرٹیکل 11 کے مطابق ہر شہری بول، لکھ اور پرنٹ کر سکتا ہے لیکن اس آزادی کا کسی بھی قانون کے برعکس غلط استعمال نہیں کر سکتا۔اقوام متحدہ کے موجودہ سیکرٹری جنرل جان کی مون نے بھی کہا:

"FREEDOM OF EXPRESSION USED FOR SOMMON PURPOSE IN PROTECTED, BUT THE FREEDOM WHEN USED TO HUMILLATE OTHER'S VALUES AND BELIEFS IS NOT PROTECTED"

یعنی اس اظہارِ خیال کی آزادی ہے جو اجتماعی فلاح کے لئے ہو لیکن وہ آزادی اظہار جس سے دوسروں کے لطیف جذبات مجروح ہوں یا ان کے اَقدار اور ایمان کو ٹھیس پہنچے ان کو یہ قانون کوئی دفاع مہیا نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ اقوام متحدہ کے چارٹر کا آرٹیکل 19 بھی آزادی اظہار کے جائز استعمال کی تلقین کرتا ہے۔

”پیرس میں کئی ملین لوگوں اور چالیس ممالک کے سرکردہ رہنماؤں کے اجتماع کو میں ضرور داد دیتا اگر اس قسم کا احتجاج اس وقت بھی کیا جاتا جب امریکی سینٹ کی امور خارجہ کی کمیٹی گوانتانا موبے اور بگرام کی جیلوں میں غیر قانونی قید میں مسلمانوں کے خلاف ٹارچر اور ظلم وستم کی وہ رِقت آمیز داستانیں سامنے لائی جن کی انسانی تاریخ

میں مثال نہیں ملتی‘‘

راقم نے عرض کیا کہ مغربی دنیا کے بنائے ہوئے موجودہ قوانین میں اگر کوئی ابہام ہے تو اس کو دور کرنا بھی مغربی قانون ساز اداروں ہی کا کام ہے لیکن یہ اس وقت ممکن ہوگا جب مغربی قانون ساز ادارے بھی اپنے دل کی اتھا گہرائیوں میں یہ محسوس کریں کہ کسی بھی دوسرے شخص کے عقیدے اقدار اور ایمان پر حملہ کرنے کی کوئی بھی مہذب معاشرہ اجازت نہیں دے سکتا۔ مغربی دانشور جب غیر مسلموں کے انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں تو وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ مسلمان بھی انسان ہیں ان کے بھی انسانی حقوق ہیں۔ ایسے قوانین کیوں بنائے جائیں جو دنیا میں فساد پیدا کریں جس سے نوبت قتل و غارت تک پہنچ جائے اور نفرتوں میں اضافہ ہو۔ فرانس کے اندر حالیہ دنوں میں جو کچھ ہوا اس کو مسلمان بالکل اچھا نہیں سمجھتے چونکہ ہمارا دین کسی کی بھی غیر قانونی طور پر جان لینے کی مخالفت کرتا ہے ہر شخص کا مقدمہ عدالت میں مروّجہ قوانین کے تحت چلنا چاہیے۔ سزائیں ملکی قوانین کے تحت ہونی چاہئیں چونکہ افراد کے ہاتھوں میں یہ فیصلے چھوڑنے سے معاشرے تباہ ہوجاتے ہیں لیکن پیرس میں کئی ملین لوگوں اور چالیس ممالک کے سرکردہ رہنماؤں کے اجتماع کو میں ضرور داد دیتا اگر اس قسم کا احتجاج اس وقت بھی کیا جاتا جب امریکی سینٹ کی امور خارجہ کمیٹی گونتانا موبے اور بگرام کی جیلوں میں غیر قانونی قید میں مسلمانوں کے خلاف ٹارچر اور ظلم وستم کی وہ رِقت آمیز داستانیں سامنے لائی جن کی انسانی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ قیدیوں کو پابند سلاسل کر کے ان پر کتے چھوڑے گئے غوطے دیئے گئے ناک کے اندر تاریں ڈالیں گئیں اور تشدد سے ہلاک کیا گیا۔ کیا انسانی حقوق یورپین کے حقوق کا دوسرا نام ہے؟ کیا اللہ کی وحدانیت پر یقین رکھنے والا اور نبی کریم ﷺ کو آخری نبی ماننے والا کلمہ گو مسلمان انسان نہیں؟ کیا اس کے حقوق جانوروں سے بھی پیچھے ہیں؟ مغرب میں تو اگر کتے سے بھی زیادتی ہوجائے تو عدالت میں مقدمہ چل سکتا ہے کیا مہذب معاشروں میں جانوروں سے بھی بے رحمی کا سوچا جاسکتا ہے۔

قارئین اس میں شک نہیں کہ مغربی دنیا کے اکثر لوگ بہت اچھے ہیں۔ صرف مغرب میں موجودہ اسلام دشمن عناصر اور لابیاں ان کو گمراہ کرتے ہیں اور مغربی حکومتیں خاموش، تماشائی بن کر اسلام کے خلاف نفرتوں میں اضافے کا سبب بنتی ہیں۔ کسی نے خوب کہا کہ:

RULES ARE FOR FOOLS, WISE PEOPLE MAKE AND MODIFY THEM.

وقت آ گیا ہے کہ مغربی دانشور اور قانون ساز اسمبلیوں میں بیٹھے بڑے بڑے قانون دان اور محقق اب اظہار خیال کی آزادی کے قوانین میں ایسی ترمیم ضرور کریں جس سے دوسرے انسان کے جذبات مجروح کرنے والے FOOLS کو فوراً قانون کے کٹہرے میں لایا جا سکے ورنہ موجودہ قواعد کی آڑ میں سلمان رشدی جیسے شیطان ہر جگہ اپنی اظہار خیال کی آزادی کی ماچس کی تیلی کا استعمال کر کے آگ لگاتے رہیں گے اور جانیں تلف ہوتی رہیں گی جس میں پیرس میں ڈیوٹی دینے والے بے گناہ پولیس آفیسرز بھی لقمہ اَجل بنیں گے۔ مسلمان بھائیوں کے لئے بھی صبر اور برداشت کی تلقین ضروری ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہمیشہ اعتدال پسندی اور میانہ روی کا درس دیا آپ ﷺ کا فرمان ہے ''آپ سے جو کٹے اس سے جڑو، آپ سے جو زیادتی کرے اسے معاف کردو اور آپ کو جو محروم کرے اس کو دو، آپ کی خامشی غور وفکر کی خامشی ہو اور آپ کی نگاہ عبرت کی نگاہ ہو۔''

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مغرب کی آزادی اظہار سے متعلق دوہرے معیار ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر نے جو تقریباً 6 ملین یہودیوں کو گیس چیمبرز میں جلا ڈالا اور جسے ہولوکاسٹ کہا جاتا ہے اس کے متعلق مغربی پریس میں کچھ لکھنا یا بولنا قانوناً جرم ہے۔ برطانیہ کے اخبار سنڈے ٹائم نے حال ہی میں اسرائیلی وزیر اعظم نتن یاہو کا ایک ایسا کارٹون چھاپا جس میں اسرائیلی وزیر اعظم کے ہاتھ فلسطینیوں کے خون میں رنگے دکھائے گئے، اس اسرائیل نے احتجاج کیا تو سنڈے ٹائم اخبار نے معافی مانگ لی۔ اسی طرح امریکی اخبار نیویارک ٹائمز نے ہندوستانی وزیر اعظم نریندر مودی کو ہاتھ میں گائے پکڑے خلا میں جاتے دکھایا تو اس پر ہندوستان معترض ہوا جس پر نیویارک ٹائمز نے بھی معافی مانگ لی لیکن ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے والے کارٹونسٹ کے حق میں نہ صرف ملین مارچز ہوئے بلکہ دوبارہ وہ خاکے شائع کئے گئے اس لئے اس سارے ماجرے کو مسلمانوں کے خلاف تعصب نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟

شہید بچوں کے خون کی پکار

محمد فہیم
تیمر گرہ ضلع دیر پائین

آرمی پبلک سکول کے بچوں کے بہیمانہ قتل عام نے پاکستان ہی نہیں ساری دُنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ یہ درندگی اور پاگل پن کی انتہا ہے۔ پھولوں جیسے ان ننھے بچوں، مرد و خواتین اساتذہ کا یہ دردناک قتل اس قوم کو صدیوں تک رُلاتا رہے گا۔ کتنی بدقسمتی ہے کہ یہ قوم گذشتہ چار عشروں سے ایک ایسی جنگ سے دوچار ہے جس میں اسے اپنا دشمن سامنے ہوتے ہوئے بھی دکھائی نہیں دیتا۔ ہمارے اب تک 60 ہزار سے زیادہ انسان اور اربوں روپے مالیت کے اَملاک دہشت گردی اور درندگی کے نذر ہو چکے ہیں۔ دہشت گردی کا یہ دور جو پاکستان میں افغانستان پر امریکہ کے حملہ کے بعد شروع ہو چکا ہے اتنا خون چکان ہے کہ اس نے پوری قوم کو ایک نہ ختم ہونے والے عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے ان واقعات کا بدترین حادثہ آرمی پبلک سکول کا 16 دسمبر 2014ء کا واقعہ جانکاہ ہے۔ بدقسمتی سے دشمن نے اسی دن کا انتخاب کیا تھا جس دن 43 سال پہلے مشرقی پاکستان کی جدائی کا وہ سانحہ رونما ہوا تھا اور جس نے ہمارے جسم کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا تھا۔

آرمی پبلک سکول کی درندگی کے پیچھے غیر ملکی ایجنسیاں خصوصاً را، موساد اور امریکن سی آئی اے کا ہونا زبان زدِ عام و خاص ہے۔ اور کیوں نہ ہو یہ تمام کھیل ہی ان کا بنایا ہوا ہے۔ پرنٹ میڈیا کے مطابق پاکستان میں اب بھی تقریباً چھ ہزار تک ''ریمنڈ ڈیوس'' جیسے دہشت گرد موجود ہیں۔ یہ دہشت گردان مقامی دہشت گردوں کے علاوہ ہیں جو یقیناً پاکستان دشمن قوتوں کے آلہ کار

بن کر پاکستان اور اسلام کی جڑیں کاٹ رہے ہیں ۔ بدقسمتی سے اسلام دشمن اور پاکستان دشمن عناصر نے ہر قسم کی دہشت گردی اور متشددانہ کارروایوں کو اسلام کے ساتھ نتھی (Identify) کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے جسے بعض الیکٹرانک میڈیا چینلز نہایت مکارانہ طریقہ کے ساتھ لوگوں کے ذہنوں میں اُتار رہے ہیں۔ اس میں دورائیں ممکن نہیں کہ جو بھی دہشت گرد ہے خواہ وہ پاکستانی طالب ہو یا غیر ملکی گروہ سے متعلق ہو اس کا اسلام کے ساتھ کوئی سروکار نہیں ۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے کسی بھی بے گناہ کے خون گرانے کو نہ صرف یہ کہ حرام قرار دیا ہے بلکہ ایک انسان کے بے گناہ قتل کو کل انسانیت کا قتل قرار دے رکھا ہے۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے ساتھ بھی جنگ کے وہ اصول دیئے ہیں جن کا دشمنانِ اسلام بھی معترف ہیں۔ لہٰذا یہ پروپیگنڈا کہ یہ دہشت گردی اسلام کے خاطر ہو رہی ہے یا اس کے کرنے والے مجرموں کا کوئی تعلق اسلام سے بنتا ہے نہایت بے معنی بات ہے اور ایسے مجرموں کا اسلام سے کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی ۔ یہ تمام سلسلہ اسلام کے حقیقی اور روشن چہرے کو داغدار بنانے کی سازشی کوشش ہی ہے۔ ایسے تمام عناصر خواہ وہ بظاہر کوئی مسلمان ہو یا کافر یکساں طور پر اسلام کے دشمن اور اسلام دشمن اور پاکستان دشمن قوتوں کے آلہ کار ہیں ۔ یہی وہ عناصر ہیں جو اسلام کے خلاف بین الاقوامی سطح پر شروع مہم بازی کا ساماں مہیا کر رہے ہیں لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ یہ لوگ پاکستان اور اسلام کے دشمن ہی ہیں۔

وقت کا تقاضا ہے کہ نہ صرف دہشت گردی کا مؤثر طور پر انسداد کی جائے بلکہ حکومت اپنی تمام اندرونی اور بیرونی پالیسیوں پر نظر ثانی کر کے ان تمام محرکات اور اسباب کا قلع قمع کرے جو ملک میں اس بڑھتی ہوئی دہشت گردی کا سبب بن رہے ہیں ۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ سیاسی حکومت اور فوج ملکر اس عفریت کو ختم کرنے کیلئے موثر اقدامات کا پورا تہیہ کر چکی ہیں تاہم مسائل اتنے گھمبیر اور متنوع ہیں کہ اگر صحیح سمت میں صحیح قدم نہیں لئے گئے تو خدانخواستہ حالات کا مزید دگرگوں ہو جانا خارج از امکان نہیں کیا جا سکتا۔

کراچی کے متعلق اب راز نہیں رہا کہ وہاں یہ طویل دہشت گردی بعض سیاسی جماعتوں / تنظیموں کے شہ پر ہو رہی ہے۔ یہ از حد ضروری ہے کہ جس طرح ''طالبان'' کے خلاف

ضروری اقدامات ہو رہے ہیں اس طرح دیگر دہشت گردوں کے خلاف بھی سخت ترین اقدامات وقت کا اہم تقاضا ہے۔ آرمی پبلک سکول کے سانحہ پر مشکوک بیانات کے سلسلے میں کارروائی کرنے کے لیے بجاطور پر لوگوں نے ایسے بیان بازوں کے خلاف نفرت کا اظہار کر کے ان کے خلاف قانونی کاروائی کرنے پر زور دیا۔ لیکن اس بات کا بھی اسی دوران چرچا رہا کہ ایک خود ساختہ جلاوطن لیڈر نے کسی مخصوص مسجد کو منہدم کرنے کی بات کی تھی۔ اگر تو یہ سچ ہے تو پھر ایسے آدمی کے خلاف بھی دہشت گردی کے جرم میں کاروائی ضروری ہو جاتی ہے جو ایک مسلمان ملک کے اندر خانہ خدا کو گرانے کی بات کر رہا ہو۔

بدقسمتی سے ہماری سیاسی قیادت ہر فرنٹ پر اگر فیل نہیں ہو رہی تو کم از کم کوئی مؤثر کارکردگی بھی نہیں دکھا پا رہی ہے۔ اپنی نالائقی کو چھپانے کے لیے وہ ہر مہم پر فوج کو سامنے لا کر خود اس کے پیچھے چھپ جاتی ہے۔ زلزلہ ہو یا سیلاب، پولیو ہو یا مردم شماری، الیکشن ہو یا دہشت گردی، امن ہو یا ایمرجنسی اقدام اگر تو یہ تمام کام فوج نے کرنے ہیں تو پھر سیاسی حکومتیں اور قیادتیں کیا کرنے جا رہی ہیں۔ ثابت ہو چکا ہے کہ فوج کے بغیر ہمارے حکمران کسی کام کو بھی سلیقے سے کرنے کے اہل نہیں رہے۔ موجودہ حکومت ہی کو دیکھئے اس پارلیمان نے آج تک کتنی قانون سازی کی ہے؟ اسمبلی ممبران صرف اور صرف اپنے مراعات بڑھانے اور سیاسی داؤ پیچ کرنے میں وقت گذاری کر رہے ہیں۔ دوسری طرف ملک کے اندر سول سوسائٹی کے نام سے ایسے کردار موجود ہیں جن کا سیاسی فرنٹ اور میڈیا چینلز پر پورا قبضہ ہے اگرچہ یہ نہایت قلیل اقلیت ہے تاہم وہ اپنے سیکولر اور بے خدا نظریات کی بدولت پورے الیکٹرانک میڈیا کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ یہ طبقہ مسلح افواج کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ ایک طرف ہمارے سیاستدان فوج کو ہر گند میں دھکیل دینے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسری طرف نام کی یہ ''سول سوسائٹی'' فوج پر سول اداروں میں مداخلت کا پروپیگنڈا کر رہی ہے۔ آپ ذرا وائس آف امریکہ کے ریڈیو چینلز پشتو کا ''ڈیوا ریڈیو'' اور اُردو پروگرام ''ان دی نیوز'' چند دن باقاعدگی سے سنیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ یہاں سے ایک منظّم طریقہ سے نظریہ پاکستان اور مسلح افواج کے خلاف ''مہمان شرکاء'' کے انٹرویوز اور سوال وجواب کے ذریعے باقاعدہ مہم چلائے جا رہے ہیں۔

یہاں سے علاقائیت ،نسل پرستی ،صوبائیت ،فرقہ پرستی اور بعض قومیتوں کے حقوق کے نام پر پاکستان کی اتحاد اوراس کے بنیادی نظریئے کے خلاف مہم چلائی جا رہی ہے۔ان چینلز پر اکثر ایسے لوگوں کو بطور ''مہمان'' بلایا جاتا ہے جونظریاتی طور پر پاکستان کے خلاف ہو اِلا ماشاءاللہ

پاکستان پر چند مخصوص خاندان گذشتہ 67 سالوں سے مسلط ہیں ۔ جاگیرداری کی terrorism،ظلم ،استحصال ،قومی سطح پر کرپشن ،سرکاری املاک کواونے پونے داموں میں اپنے Blue eyed کے ہاتھوں فروخت ،اقربا پروری اور میرٹ کی پامالی جیسے رویوں نے اس ملک کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔

حکمرانوں کی عیاشیاں کوئی پوشیدہ حقائق نہیں حکمران اور سیاستدان اور ان کے اہل وعیال زکام کے علاج کیلئے بھی قومی خرچ پر لندن اور فرانس کے لیے محو پرواز ہوتے ہیں جبکہ عوام کی حالت زار قابل رحم ہے ۔غریب کو ڈسپرین کی گولی بھی مفت میسر نہیں ۔ یہاں ممبران قومی اسمبلی کے مراعات کے Pakage کا مختصر جائزہ لینے سے کسی محقق نے جو اعداد وشمار اکھٹے کئے ہیں ان کے مطابق ہمارے اسمبلی ممبران پر ایک ٹرم کے لیے جو اخراجات مراعات کی شکل میں اٹھتے ہیں ان کا تخمینہ 85,440,000,000 (یعنی 85 ارب، 44 کروڑ صرف) یہ ہے وہ بوجھ جو عوام خود اپنے ووٹوں سے منتخب کر کے اسمبلیوں میں قانون سازی کیلئے ان ممبران کو بھیج دیتے ہیں تا کہ وہاں جا کر قانون سازی کر کے ان عوام کی تلخیوں کو کم کرنے کی راہ نکالی جائے لیکن یہ جمہوریت ہے یہاں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے ۔

ممبران قومی وصوبائی اسمبلیوں کی صوابدید پر ترقیاتی کاموں کے نام پر ڈولپمنٹ فنڈز کی دستیابی ایک سیاسی رشوت کی شکل اختیار کر گئی ہے ۔اس طرح یہ پیشہ کمیشن اور آمدنی کا ذریعہ بن گیا ہے ۔کسی بھی دوسرے ملک میں یہ صورت حال نظر نہیں آتی جہاں قانون بنانے والے ترقیاتی سکیموں کے نام پر زیادہ سے زیادہ فنڈز حاصل کرنے کے چکر میں لگے رہے ہوں اور اسی وجہ سے حکمران پارٹی کے ہاں میں ہاں ملاتے ہیں ۔اور جب کسی طرف سے خطرہ محسوس ہو تو ذاتی مفادات کو محفوظ بنانے کے لیے ''جمہوریت'' کے نام پر اکھٹے ہو رہے ہیں ''جمہوریت خطرے میں ہے'' یہی وجہ ہے کہ صوبائی حکومتیں مقامی انتخابات کو حیلے بہانوں سے ٹالتی آرہی ہیں تا نکہ عدالت

عالیہ کے حکم سے مجبور ہو کر وہ اس کام کو بادل نخواستہ کرنے کے لیے راضی ہو رہی ہیں۔

نظامِ عدل میں جتنے بھی نقائص ہیں ان کو دور کرنے کے لیے موثر حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ ججوں اور متعلقہ اداروں کا تحفظ اور سیکوریٹی حکومت کی ذمہ داری ہے اور اس سلسلہ میں فوری اقدامات کی ضرورت ہے۔ عدالتوں نے جن سینکڑوں لوگوں کو پھانسیاں سنائی ہیں۔ ان پر بیرونی دباؤ کی وجہ سے عمل نہیں ہو رہا تھا۔ تمام دہشت گردوں اور قتل کے مجرموں کو جن پر جرم ثابت ہو چکے ہیں سزا دینی چاہیے تا کہ انصاف کے تقاضے پورے ہو سکے۔

اعداد و شمار کی رُو سے مشرف حکومت کے دوران ہر پاکستانی 35 ہزار روپیہ مقروض تھا جبکہ زرداری اور موجودہ دور حکومت میں بڑھ کر یہ قرضہ اب 85 ہزار روپیہ فی پاکستانی تک پہنچ چکا ہے۔ پیسہ حکمرانوں کی عیاشیوں کی نذر ہو رہا ہے۔ اس عیاشی کو لگام دیے بغیر یہ قوم خیر کا منہ نہیں دیکھ سکتی۔

ایک فیشن بن گیا ہے کہ ہر بُرائی مرحوم ضیاء الحق کے کھاتے میں ڈال کر خود کو بری الذمہ قرار دیا جائے۔ اگر انھوں نے حقیقتاً کچھ ایسے اقدامات کئے تھے جن سے موجودہ قومی بگاڑ پیدا ہوا ہے تو یہ تو تقریباً 4 عشرے گزرنے والے ہیں۔ اس لمبے زمانے میں باریاں لینے والے کیا کر رہے تھے۔ مشرف کے بھی 8 سال تھے تو یہ لوگ کیا کر رہے تھے؟ انھوں نے اس لمبی مدت میں ضیاء الحق مرحوم کے ذمہ لگائی گئی ''خرابیوں'' کے ازالے کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں؟۔

سیاسی، مذہبی/سیاسی پارٹیوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ یکسو ہو کر اس ملک کی بہتری کیلئے سوچیں اور حکومت وقت کی رہنمائی کریں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا اور یہ اسلام کو صحیح معنوں میں روبہ عمل لانے سے ہی سنبھل سکتا ہے۔...... اسلامی نظریاتی کونسل موجود ہے، فیڈرل شریعت کورٹ ہے، سپریم کورٹ موجود ہے۔ بہت سارے لکھاری، محقق اور دانشور موجد ہیں۔ قومی اسمبلی کے ذریعے ضرورت کے مطابق اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔ اگر تو ہم اس دلدل سے نکلنا چاہتے ہیں۔ تو بسم اللہ کیجئے آگے بڑھیں انہی سرکاری اداروں کے ذریعے اصل اسلام جس کو حکمران اور سیاسی زعماء اسلام سمجھتے ہیں نافذ کریں۔ ویسے تو ہمارے پاس آئینی سفارشات کی الماریاں بھری پڑی ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر مفید رہے گا۔ 1945ء میں اسلامی آئین کا خاکہ 6 ارکان کی کمیٹی نے تیار کیا۔ ان کے اسمائے گرامی تھے۔ ا۔ سید سلیمان ندوی

۲۔مولانا عبدالماجد دریابادی ۳۔ڈاکٹر ذاکر حسین ۴۔ مولانا آزاد سبحانی ۵۔نواب احمد سعید چھتاری ۶۔مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ۔ ان کو بعد میں نواب اسماعیل خان اور چوہدری خلیق الزمان نے 27 نکات کے نام سے شائع بھی کروایا۔قائداعظم کے مقرر کردہ ایک اور کمیٹی نے جو مجلس دستور ساز پاکستان کے سیکرٹری جسٹس ایم بی احمد، پاکستان کے اٹارنی جنرل چوہدری نسیم اور جسٹس اسماعیل پر مبنی تھی سفارشات پیش کی تھیں۔قائداعظم کی علالت اور انتقال کی وجہ سے یہ سفارشات بھی پیش رفت نہ کر سکیں۔

سب سے اہم کام قرارداد مقاصد ہے جسے دستور ساز اسمبلی نے منظور کی کہ پاکستان کا آئین قرآن وسنت کے مطابق ہوگا۔حکومت نے سفارشات تیار کرنے کے لیے علماء اور ماہرین کی ایک کمیٹی بنائی جس کا نام تھاBasic Principle Committee۔اس کمیٹی کی تشکیل کے بعد پاکستان کے 31 جید علماء کی ایک کمیٹی مولانا سیّد سلیمان ندوی کی سربراہی میں بنی۔اس کمیٹی میں تمام مسلمہ مکاتب فکر کی نمائندگی تھی۔ان حضرات نے زیر تدوین آئین کے لیے 22 نکات پر مبنی جو سفارشات تیار کیں وہ بھی متفقہ آرہی ہیں۔ان میں سنہری حروف سے لکھی جانے کا قابل امر یہ ہے اور یہ دستاویز کا نواں نکتہ ہے ’’کہ تمام مسلمہ فرقوں کے مقدمات کے فیصلے اپنی اپنی فقہ کے مطابق ہوا کریں گے‘‘ 1954ء میں دستور میں ان نکات کو سمودیا گیا۔مگر 24 اکتوبر کو ایک سازش کے تحت گورنر غلام محمد نے اسمبلی تحلیل کر دی۔اس کے بعد ایوبی مارشل لاء آئین کی معطّلی اور پھر مارشل لا ایسے اقدامات ہیں جن کی وجہ سے یہ قوم آج تک بے مقصدیت کا شکار ہے۔......اسے آج پھر اپنے اصل مقصد کی شاہراہ پر گامزن کرنے کے لیے ان ہی اداروں کے ذریعے قرآن وسنت کی روشنی میں اصل کام کی طرف فوری مراجعت وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ یہاں اللہ کا نظامِ عدل وقسط پر مبنی نظام نافذ کر کے تحریک آزادی کے وقت اللہ تعالیٰ سے کئے گئے وعدے کو وفا کر لیں۔دہشت گردی اس طرح اپنی موت آپ مرجائے گی۔

پاکستان کی ساخت وترکیب ہی ایسی ہے کہ یہاں ننگا سیکولرزم، مذہب دشمنی اور اسلام دشمنی کیلئے کوئی جگہ نہیں ہوسکتی اور نہ ہی یہاں دہشت گردوں کو پناہ مل سکتی ہے۔یہ ملک ایک خدائی نعرے کی بنیاد پر ایک عادلانہ منصفانہ نظام کے قیام کے لیے لاکھوں جانوں کی قربانیوں کے بعد

حاصل کیا گیا تھا۔لہٰذا تمام مسائل کا حل اگر ڈھونڈ نا ہے تو اسی نظام کو بر پا کر کے ہی ڈھونڈا جا سکتا ہے کہ جاایں جاست ۔

الیکشن کو آمدنی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ برملا Rigging ہو رہی ہے۔لہٰذا دیگر اصلاحات کے علاوہ آئین کے دفعات 62۔63 کو صحیح معنوں میں امیدواروں پر لاگو کیا جائے۔ اگر تو ملک آئین،حکومت، پارلیمنٹ،مقنّنہ،انتظامیہ اور عدلیہ اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر ایمانداری کے ساتھ ملک وقوم کے ساتھ وفاداری اور خیر خواہی سے کام کرنے کا تہیہ کرلیں تو بہت جلد پاکستان ایک خوشحال،پُرامن اور عظیم ملک بن کر اُبھرے گا۔ یہاں نہ دہشت گرد رہیں گے اور نہ دہشت گردی۔

ہمارے ان شہید بچوں اور دیگر افراد جو پندرہ سالوں میں مختلف بین الاقوامی سازشوں کے ذریعے ایجنسیوں کے ہاتھوں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے (یا معذور ہو گئے) ان کا خونِ ناحق یقیناً رنگ لائے گا کہ

ع خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

کے مصداق یہی خون مستقبل قریب میں پاکستان کے نظریاتی احیاء اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی بنیاد کا پتھر بنے گا کہ پاکستان عالمی نظامِ خلافت کا نقطۂ آغاز بننے والا ہے۔ بقول اقبال

؎ عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی ، ذہنِ ہندی ، نُطقِ اَعرابی

اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ لَنَا ھٰذَا،آمین۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کو بدلنے کا

جس شخص کو اللہ تعالیٰ خیر سے نوازنا چاہتا ہے اسے دین کی فہم عطا کر دیتا ہے (بخاری و مسلم)

سکولوں اور دینی مدارس کے منتظمین توجہ فرمائیں

حفظ کرنے اور دین کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کا دینی علم نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے مڈل اور ہائی سکولوں کے طلبہ و طالبات کے لیے اسلامیات کی تعلیم انتہائی ناکافی ہے۔ انگلش میڈیم کے طلبا و طالبات کی حالت قابل رحم ہے۔ وہ دن بدن قومی زبان اور دینی تعلیم سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اس وجہ سے قومی کردار آہستہ آہستہ زوال پذیر ہو رہا ہے۔ یہ بات تمام تعلیمی اداروں کے منتظمین کے لیے فوری توجہ کی متقاضی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے دعوت فاؤنڈیشن پاکستان نے ایک مختصر کورس متعارف کروایا ہے جس کے تحت نئی نسل کی کردار سازی کے لیے سیرت النبی ﷺ پر مشتمل دو کتب، گلستان و بوستان سعدی کا اردو ترجمہ اور منتخب کلامِ اقبال شامل ہیں علاوہ ازیں اہم دینی مسائل اور امام نووی کی چہل احادیث دینی علم کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ تمام تعلیمی اداروں کو دعوت فاؤنڈیشن تنظیمی خدمات اور مستحق طلبہ و طالبات کو کتب بلا معاوضہ مہیا کرتی ہے۔

تعلیمی بورڈ: ڈاکٹر سہیل حسن، صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن، علامہ زاہد الراشدی، جناب خلیل الرحمٰن چشتی، جناب اکرام اللہ جان، ڈاکٹر حبیب الرحمٰن عاصم، مولانا عبدالمالک، حافظ عاکف سعید، ڈاکٹر ایس ایم زمان، ڈاکٹر سید زاہد حسین، مولانا حنیف جالندھری، ڈاکٹر نجم الدین، مولانا محمد صدیق ہزاروی اور محمد الیاس ڈار (چیئرمین دعوت فاؤنڈیشن)

دعوت فاؤنڈیشن کے اس کورس اور دیگر دینی کورسز کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل نمبروں پر رابطہ کریں

دعوت فاؤنڈیشن پاکستان

مکان نمبر:1، STI کالونی، پلاٹ نمبر:7، سیکٹر:H-9، اسلام آباد
فون:051-4444266, 0323-5131416, 0313-8484860

عالمی مجلس تحفّظ ختم نبوت کی طرف سے **ضروری اعلان**

● قادیانیت کے خلاف ابتداء سے آج تک جو لکھا گیا اس میں سے وہ کتب ورسائل جو ایک بار شائع ہوئے اور پھر نایاب ہوگئے جنہیں اب تلاش کرنا یا ان سے استفادہ کرنا ممکن نہ رہا۔ان کو دوبارہ شائع کرنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ''ایک منصوبہ'' کا آغاز کیا تاکہ ردقادیانیت پر لکھنے والے حضرات کی نایاب کتب ورسائل یکجا کردیئے جائیں۔● چنانچہ ۱۹۸۹ء میں اس منصوبہ پر کام کا آغاز ہوا اور ''احتساب قادیانیت'' کے نام سے نایاب کتب ورسائل کو یکجا کرنا شروع کیا گیا۔● قارئین اور علم دوست یہ جان کر خوشی محسوس کریں گے کہ پچیس سال کی محنت شاقہ سے ''احتساب قادیانیت'' کی ''ساٹھ (۶۰)'' جلدیں مکمل ہوگئی ہیں۔ان میں سے اٹھاون چھپ چکی ہیں۔دو جلدیں پریس میں ہیں۔●احتساب قادیانیت کی ان ساٹھ جلدوں میں تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء، حتیٰ کہ سابق قادیانی یا قادیانی قیادت سے بیزار قادیانیوں اور مسیحی قلمکاروں سمیت تین سوستاون (۳۵۷) حضرات کے سات سوستتر (۷۷۷) رسائل وکتب جمع کردیئے گئے ہیں۔ساٹھ جلدوں کی ضخامت چونتیس ہزار (۳۴۰۰۰) صفحات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔● امید ہے کہ مزید چند جلدوں کے بعد یہ سلسلہ بند کردیا جائے گا۔اس سلسلہ میں پہلا فیصلہ یہ کیا ہے کہ احتساب قادیانیت کی جلد اوّل سے لے کر جلد ساٹھ تک مکمل سیٹ گیارہ ہزار دوسو (۱۱۲۰۰) روپے میں دستیاب ہے۔آج کے بعد جو جلد شارٹ ہوگی وہ دوبارہ شائع نہیں کی جائے گی۔اس لئے جن دوستوں نے مکمل سیٹ خریدنا ہے یا اپنے سیٹ کو مکمل کرنا ہے وہ اوّلین صورت میں اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ورنہ بعد میں نامکمل سیٹ پر اکتفا کرنا ہوگا●احتساب قادیانیت جلد اوّل یک صدروپیہ، جلد نمبر۲ سے جلد نمبر۲۵ تک فی جلد ڈیڑھ صدروپیہ، جلد نمبر۲۶ سے لے کر جلد نمبر۵۵ تک فی جلد دوسوروپیہ، جلد نمبر۵۶ سے جلد نمبر۶۰ تک فی جلد تین صدروپیہ کے حساب سے ساٹھ (۶۰) جلدوں کی کل قیمت گیارہ ہزار دوسو (۱۱۲۰۰) روپے بنتی ہے۔جس صاحب کو جونسی اور جتنی جلدیں درکار ہوں اتنی رقم پیشگی بھجوانا ضروری ہے۔امید ہے کہ رفقاء اپنے اپنے ''احتساب قادیانیت'' کے سیٹ کو جلد مکمل کرلیں گے۔ردقادیانیت پر اتنا بڑا خزانہ خالصتاً توفیق الٰہی سے اس کا حصول ممکن ہوا۔● عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک تبلیغی ادارہ ہے۔منافع پر کتب شائع نہیں کی جاتیں۔قریباً لاگت پر مجلس، رفقاء کو کتب مہیا کرتی ہے۔گیارہ ہزار میں ساٹھ جلدیں۔کیا یہ ریکارڈ نہیں؟ اعزازی کتب کے لئے حکم نہ فرمائیں۔ہمیں انکار کرنے میں بہت ہی شرمساری اٹھانا پڑتی ہے۔مطلوبہ کتب کے لئے پیشگی رقم کا منی آرڈر آنا ضروری ہے۔دینی مدارس کے حضرات سے خصوصی درخواست ہے کہ وہ اپنے مدرسہ/جامعہ کی لائبریری کے لئے مکمل سیٹ رکھوانے کے لئے خاص توجہ فرمائیں۔یہ ایک ضرورت بھی ہے اور تعاون بھی۔امید ہے کہ توجہ فرمائی جائے گی۔

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان